ماہنامہ

صراطِ مستقیم

برمنگھم

November 2021



وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

صراطِ مستقیم برمنگھم

بیاد
مولانا فضل کریم عاصم رحمہ اللہ
مولانا محمود احمد میرپوری رحمہ اللہ

Vol: 42 No. 01 Vovmeber 2021
Rabi ul awal/ Rabi'ul-Akhir 1443 AH
جلد: 42 شمارہ: 01 نومبر 2021ء
ربیع الاول/ربیع الآخر 1443ھ

فہرست مضامین

Correspondence Address:
SIRAT-E-MUSTAQEEM
20 Green Lane, Small Heath,
Birmingham B9 5DB
Tel: 0121 773 0019
Fax: 0121 766 8779

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ
Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK
www.mjah.org.uk/siratemustaqeem
E-mail: info@mjah.org.uk

(نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں)



دنیا میں مشاہیر اپنے اپنے پس منظر کے مطابق مختلف قسم کے ریکارڈ بناتے ہیں، ہمارے ممدوح نے ایک ماہ سے کم میں مکمل قرآن مجید حفظ کر کے ایک ریکارڈ قائم کیا، جی ہاں! آپ نے درست پڑھا ہے ایک ماہ سے کم میں مکمل قرآن حفظ کرنے کی سعادت پائی، لیجیے ان کی ہی زبانی اس کرشمہ کی داستان سنیے:

مرکزی جمعیت اہلحدیث برطانیہ کی یہ دیرینہ روایت رہی ہے کہ اس کی زیر نگرانی ہر سال دو تربیتی اجتماعات منعقد ہوا کرتے تھے، جس میں ملک بھر سے اراکین جمع ہو کر 24 گھنٹے روحانی اور تربیتی ماحول میں بسر کر کے اپنے ایمان و عمل کو جلا بخشتے۔ پروگرام کا ایک حصہ علماء کرام کے ہلکے پھلکے عنوانات پر تذکیری خطابات کا ہوتا۔ 1989ء کے اجتماع میں ڈاکٹر حافظ عبدالعلی حامد صاحب کا بھی خطاب رکھا گیا تھا۔ وہ ابھی برطانیہ میں نو وارد تھے۔ بیشتر اراکین سے ان کی اس پروگرام میں پہلی بار ملاقات ہو رہی تھی، خطاب سے پہلے میں نے مختصر تعارف کرواتے ہوئے کہا کہ لوگ اپنے بزرگوں کے حوالہ سے نہ جانے کیا کیا، کہانیاں بیان کرتے ہیں، لیکن آنے والے مقرر وہ ہیں جنہوں نے ایک ماہ میں قرآن مجید حفظ کر کے ایک ریکارڈ قائم کیا ہے، یہ کہانی نہیں، زندہ حقیقت ہے، اس جملہ کا تعارف اثر کچھ ایسا ہوا کہ شرکاء کی نظریں ان پر جم گئیں اور سب ہی کی خواہش تھی کہ اپنی تقریر سے پہلے اس کرشمہ کی تفصیل بتایئے، ہمارے لیے ایک ماہ میں ناظرہ تلاوت کر کے ختم کرنا مشکل ہوتا ہے، تو آپ نے حفظ کیسے کر لیا۔ اگرچہ ڈاکٹر صاحب کو میرا تعارفی یہ جملہ پسند نہیں آیا کہ اس کا ذکر کیوں کیا لیکن دیرینہ تعلقات کی بنا کچھ کہا نہیں، ان کی عام عادت تھی کہ مختلف صلاحیتوں سے متصف ہونے کے باوجود مجلس میں بولنے سے زیادہ سننے کو ترجیح دیتے اور اگلی نشستوں پر براجمان ہونے کے بجائے جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے، گویا حدیث کے مطابق گمنامی کو ترجیح دیتے:

«إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ»

”اللہ اپنے اس بندہ کو پسند فرماتا ہے جو متقی، بے نیاز اور گمنام رہے یعنی مجلس میں آئے تو خصوصی برتاؤ کی تمنا نہ ہو اور نہ آئے تو کمی محسوس نہ کی جائے، ہلکا پھلکا شخص۔“ (صحیح مسلم:2965)

پھر انہوں نے حفظ کی حیرت انگیز داستان جو بیان کی وہ کچھ یوں تھی، اس کا اصل صلہ وہ اپنی والدہ محترمہ کو دے رہے تھے کہ میرے بڑے بھائی حافظ قرآن تھے، لیکن جوانی ہی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ والدہ انہیں یاد کر کے بہت رویا کرتے تھیں، ایک تو نوجوان بیٹے کی جدائی کا غم دوسرے وہ اکثر کہا کرتی تھیں کہ نہیں معلوم میرے بیٹوں میں کوئی حافظ بن سکے گا یا نہیں۔ نیک دل پاکیزہ صفت ماں کے آنسو میرے اندر جذب ہوتے گئے، یاد رہے کہ ان کی والدہ مشہور عالم دین شیخ الحدیث مولانا محمد نعمان اعظمی رحمہ اللہ کی دختر اور کئی نامور علماء کی بہن تھیں۔ پھر رمضان سے پہلے موقع کچھ ایسا آیا کہ علاقہ کی مسجد فیض عام میں حافظ کی ضرورت محسوس کی گئی۔ میں نے قرآن سنانے کا وعدہ کر لیا۔ دوست احباب مذاق ہی سمجھتے رہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ روزانہ ایک پارہ حفظ کر کے سناؤ گے۔ لیکن میں نے کمر کس لی۔ دن بھر خوب محنت کر کے رات ایک پارہ سنا دیا کرتا اور جو حصہ قدرے آسان ہوتا یا کچھ سورتیں جو یاد تھیں اس دن ایک پارہ سے زیادہ یاد کر لیتا تاکہ عید سے ایک دو دن قبل مکمل ہو سکے۔ یوں تقریباً ستائیسویں رات آخری پارہ سنا ڈالا، گھر مسجد اور محلہ ہر جگہ خوب واہ واہ ہوئی، سب سے زیادہ ماں کو اطمینان اور خوشی ہوئی۔ پھر بھلا ہو، علاقہ کے ایک مخلص بزرگ کا جنہوں نے مجھے پابند کیا کہ عید کے بعد روزانہ نصف جزء پختہ کر کے سنایا کرو، کیونکہ انہیں ڈر تھا کہ جس تیزی سے حفظ کیا ہے، اسی تیزی سے بھول بھی سکتا ہے، لہٰذا ان کے حکم کے مطابق یومیہ نصف جزء اہتمام سے سناتا گیا، یوں حفظ میں پختگی آتی گئی۔ پھر تو ہر رمضان میں سنانے کا معمول سا بن گیا حتیٰ کہ مصر میں طالب علمی کے دوران مسجد میں سنانے کا موقع نہ ملتا تو کچھ ساتھیوں کے ساتھ قیام اللیل کا اہتمام کرتا تاکہ اس بہانہ حفظ

میرے بڑے بھائی حافظ قرآن تھے، لیکن جوانی ہی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ والدہ انہیں یاد کر کے بہت رویا کرتے تھیں، ایک تو نوجوان بیٹے کی جدائی کا غم دوسرے وہ اکثر کہا کرتی تھیں کہ نہیں معلوم میرے بیٹوں میں کوئی حافظ بن سکے گا یا نہیں۔ نیک دل پاکیزہ صفت ماں کے آنسو میرے اندر جذب ہوتے گئے، یاد رہے کہ ان کی والدہ مشہور عالم دین شیخ الحدیث مولانا محمد نعمان اعظمی رحمہ اللہ کی دختر اور کئی نامور علماء کی بہن تھیں۔ پھر رمضان سے پہلے موقع کچھ ایسا آیا کہ علاقہ کی مسجد فیض عام میں حافظ کی ضرورت محسوس کی گئی۔ میں نے قرآن سنانے کا وعدہ کر لیا۔

باقی رہے، قیام رمضان حفاظ کے لیے خصوصاً بڑی نعمت ہے خود اپنے لیے تلاوت کرنے اور سنانے کے لیے پڑھنے میں بڑا فرق ہے۔

پھر حافظ صاحب نے درس نظامی کی تعلیم مئو کے مشہور دینی مدرسہ فیض عام سے مکمل کی، شمالی ہند کا ایک چھوٹا سا ٹاؤن مئو علمی لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے، مئو کے کئی علماء شیخ الکل فی الکل مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے براہ راست شاگرد تھے، اس چھوٹے سے شہر میں تین قدیم درسگاہیں، جامعہ عالیہ، فیض عام اور دار الحدیث اثریہ جن میں فضیلت تک کی تعلیم کا نظم ہے، پھر انہوں نے قاہرہ سے ایم اے اور نائیجیریا سے تفسیر قرآن میں پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔

احمد بلیو یونیورسٹی نائیجیریان میں کچھ عرصہ تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ وہاں ان کے لیے ترقی کے امکانات روشن تھے، لیکن الدار السلفیہ بمبئی کے مدیر مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ کی خواہش پر بمبئی منتقل ہو گئے۔ ادارہ میں شعبہ تحقیقات اسلامی کے ذمہ دار بنا دیے گئے۔

حدیث کی مشہور کتاب مصنف ابن عبد الرزاق اور امام بیہقی رحمہ اللہ کی شعب الایمان کی کئی جلدیں ان کی زیر نگرانی تیار ہو کر طبع ہوئیں۔ حدیث کی ان ضخیم کتابوں کے علاوہ ان کی چھوٹی بڑی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی الدار السلفیہ کی ملازمت کے دنوں 1987ء بمبئی میں میرا تقریباً ڈھائی ماہ قیام تھا، اس دوران رمضان آ گیا، بنگالی مسجد اہلحدیث میں ڈاکٹر صاحب کو تراویح پڑھانے پر آمادہ کر لیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب تراویح اور مولانا مختار احمد ندوی وتر پڑھاتے، نماز کے بعد تفسیر کی ذمہ داری میرے سپرد کی گئی۔ یوں یہ ایک یادگار رمضان ثابت ہوا۔

ایک ہفتہ کے بعد مولانا مختار رحمہ اللہ کو بلاد عربیہ کے دورہ پر روانہ ہونا تھا، جو اکثر رمضان میں وہ جایا کرتے، وتر کے ساتھ جمعہ کی ذمہ داری مجھے تفویض کی گئی۔ اس رمضان ڈاکٹر صاحب کے پیچھے پورا قرآن سننے کا موقع ملا۔ موصوف کی تلاوت کا خاص انداز تھا جیسے کوئی معانی و مطالب کی گہرائی میں ڈوب کر پڑھ رہا ہو، انہی یاد کچھ ایسا تھا کہ تراویح میں بہت کم رکتے یا لقمہ لیا کرتے، حالانکہ دن بھر حدیث کی تحقیق و تخریج کا تھکا دینے والا کام اپنی ٹیم کے ہمراہ کرتے اور رات تازہ دم تراویح کے لیے حاضر ہو جاتے۔

پھر ڈاکٹر صاحب بوجوہ بمبئی کو خیر باد کہہ کر لندن تشریف لے آئے، یہاں مسلم کالج میں پروفیسری ان کی منتظر تھی، اپنی مرکزی ذمہ داری کے بعد ان کا بیشتر وقت رفقاء جماعت کے ساتھ ہی گزرتا، مرکزی جمعیت کے مختلف پروگراموں میں سلاؤ کے احباب کے ساتھ شریک ہوتے رہے۔

جمعیت کے مجلہ انگریزی صراط مستقیم اسٹریتھ پاتھ کے ایک ڈیڑھ سال مدیر رہے اور مجلس القضاء کے اہم رکن تھے، مجلس کے ابتدائی اجتماعات میں پابندی سے شرکت کرتے اور گرانقدر مشوروں سے نوازتے رہے۔ شروع ہی سے ہیتھرو ایئرپورٹ لندن سے متصل سلاو میں سکونت پذیر ہوئے اور یہاں کی جامع مسجد میں ہفتہ واری درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ عیدین کی امامت بھی ان کے ہی ذمہ تھی۔

اپنے آبائی وطن مئو اور وہاں کے اہل علم کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کو والہانہ لگاؤ تھا۔ علاقہ کا ذکر کرتے ہوئے آنکھوں میں چمک پیدا ہو جاتی، جب بھی فرصت ملتی وہ مئو سفر کرنے کو ترجیح دیتے لیکن پچھلے دو برس کورونا کے سبب دنیا کا پہیہ جام ہو کر رہ گیا۔ خواہش کے باوجود سفر نہ کر سکے اور اسی اثناء ان کے چھوٹے بھائی حافظ عبد الحی مدنی کی وفات ہو گئی۔ رحمہ اللہ۔ جو یہاں عموماً رمضان میں آیا کرتے تھے، بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی کی موت نے ایک اور دھکا دیا، صحت تیزی سے گرتی گئی، علاج معالجہ میں تو کوئی کمی نہیں کی گئی خود ان کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ڈاکٹر ہے۔

لیکن موت کا وقت اور جگہ مقرر ہے۔ 10 اکتوبر 2021ء 78 برس کی عمر پا کر انتقال کر گئے۔ آدمی کہاں پیدا ہوتا ہے، کہاں تعلیم وپرداخت ہوتی ہے اور کہاں موت اور تدفین، انگلینڈ کی جس مسجد کے وہ نمازی تھے، وہیں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی، مختلف شہروں سے اعزہ واقارب، شاگرد، میدان تحقیق وتصنیف کے ساتھی، جماعتی احباب اور عقیدتمندوں کا ہجوم امنڈ پڑا، سلاؤ مسجد سے متصل قبرستان میں دوبارہ نماز جنازہ ادا کر کے سپرد خاک کر دیا گیا۔

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

اللہ رب العالمین ان کے ساتھ حقیقی حافظ قرآن کا معاملہ فرمائے کہ قیامت کے دن حافظ قرآن سے کہا جائے گا۔ تلاوت کرتے ہوئے جنت کے بلند درجات حاصل کرتے جاؤ، جہاں آخری آیت پر رکو گے وہیں تمہارا ٹھکانہ ہو گا۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ اقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَؤُهَا» (سنن ابو داؤد:1464)

"صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا، اور اسی طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھ، جیسے کہ دنیا میں پڑھا کرتا تھا، جہاں آخری آیت ختم کرے گا وہیں تیرا مقام ہو گا۔"

☆☆☆



پہلا خطبہ

ہر قسم کی حمد وثنا اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، اس نے ہمیں کامل و اکمل دین کی صورت میں بہت بڑے انعام سے نوازا اور بطور دین ہمارے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لا شریک کے سوا کوئی الہ نہیں، جس کسی نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ کھلی گمراہی میں جا پڑا۔ میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر، ان کی آل اولاد اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بہت زیادہ سلامتی نازل ہو۔

ازاں بعد! بلاشبہ بہترین بات اللہ کی کلام ہے اور بہترین طریقہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے اور نت نئے ایجاد کردہ طریقے بدترین امور اور بدعت ہیں، اور ہر بدعت کا انجام گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

اللہ کے بندو! میں تمہیں اور خود اپنے آپ کو تقوی اپنانے کی تلقین کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے بھی اگلے پچھلے تمام لوگوں کو اسی کی نصیحت فرمائی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ﴾

"اور واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تمہیں بھی یہی حکم کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔" (سورۃ النساء:131)

اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کو بڑی عزت اور فضیلت سے نوازا ہے کیونکہ اس نے اسے عقل جیسی نعمت عطا فرمائی اور اسی عقل کی بنیاد پر اسے مکلف ٹھہرایا، اس کے لیے بہت سارے احکامات اور شریعت سازی کا سلسلہ چلایا، حلال وحرام کو اس پر واضح فرمایا، اپنے فرماں برداروں کے لیے جنت کا انعام جبکہ نافرمانوں کے لیے جہنم کا عذاب تیار کیا۔

اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کو مبعوث فرما کر لوگوں کے تمام عذر بہانے ختم کر ڈالے، انبیاء علیہم السلام لوگوں کو خوشخبریاں بھی سناتے تھے اور انہیں اللہ کے عذاب سے ڈراتے بھی تھے۔ سلسلۂ بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ (سورۃ النساء:165)

"تاکہ اُن رسولوں کو مبعوث کر دینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلہ میں کوئی حجت نہ رہے۔"

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو سامانِ ہدایت اور واضح نشانیاں عطا کر کے مبعوث فرمایا اور انہیں کتاب اور میزان دے کر بھیجا تاکہ لوگ عدل وانصاف سے کام لیں، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (سورۃ الحدید:25)

"یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (ترازو) نازل فرمایا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔"

شریعتوں اور نبیوں کے اس مبارک سلسلے کا اختتام دین اسلام اور ہمارے پیارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ پر ہوا، انہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں افضل ترین بنا کر مبعوث فرمایا، ان کی حیات طیبہ ہمارے لیے عملی نمونہ ہے، وہ رحمت للعالمین اور تمام نبیوں اور رسولوں کے امام اور اللہ کے آخری پیغمبر ہیں، وہ گواہیاں دینے والے، خوشخبریاں سنانے والے، ڈرانے والے اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والے روشن چراغ بنا کر مبعوث کیے گئے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾ (سورۃ التوبہ:128)

"دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر گراں گزرتا ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے۔"

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کو نبی کریم ﷺ کی اطاعت کے ساتھ اور اپنی محبت کو نبی کریم ﷺ کی اتباع کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ (محمد:33)

"اے ایمان والو، تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرلو۔"

ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا﴾ (النساء:80)

"جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے در اصل اللہ کی اطاعت کی اور جو منہ موڑ گیا، تو بہر حال ہم نے تمہیں ان لوگوں پر پاسبان بنا کر تو نہیں بھیجا ہے۔"

اور ایک تیسرے مقام پر یوں فرمایا:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ (سورۃ آل عمران:31)

"کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو

میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔"

چنانچہ اللہ کی محبت کی علامت اور دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور سنت کی مکمل طور پر اتباع کی جائے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾(سورۃ الأحزاب:21)

" یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔"

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾(سورۃ الحشر:7)

" اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔"

نبی کریم ﷺ کی اتباع کرنے والا شخص ہی صراط مستقیم اور درست منہج پر ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ * صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ أَلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ﴾ (سورۃ الشوریٰ:52-53)

"بیشک آپ راہ راست کی رہنمائی کر رہے ہیں * اس اللہ کی راہ کی جس کی ملکیت میں آسمانوں اور زمین کی ہر چیز ہے۔ آگاہ رہو سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔"

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا:

﴿ يس*وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ* إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ * عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾

"یٰس۔ قسم ہے قرآن حکیم کی۔ کہ تم یقیناً رسولوں میں سے ہو۔ سیدھے راستے پر ہو۔"(سورۃ یٰس:1-4)

اللہ کے بندو! دین اسلام کا بنیادی تقاضا، ایمان کا اساسی رکن اور اعمال کی قبولیت کی لازمی شرط یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سنت کی پیروی کی جائے، اس کے آگے سر تسلیم خم کیا جائے اور عملی طور پر اسے اپنا لیا جائے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾

"پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔"(الکہف:110)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾(سورۃ النساء:65)

" چنانچہ قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں اور کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرماں برداری کے ساتھ قبول کر لیں۔"

جبکہ ایک تیسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا﴾(سورۃ الأحزاب:36)

" اور (دیکھو) کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾(سورۃ النساء:64)

" ہم نے ہر ہر رسول کو صرف اسی لئے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے۔"

نبی کریم ﷺ کی حکم عدولی اور آپ ﷺ کی سنت کی مخالفت کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ذلت و رسوائی کا عذاب رکھا ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«وجُعِلَ الذلُّ والصَّغارُ على مَنْ خالَفَ أمري» (مسند أحمد:5667)

" جو لوگ میرے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔"

اے لوگو! نجات اور ہدایت صرف اسی شخص کو ملے گی جو نبی کریم ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ کی سنت پر مضبوطی سے کاربند رہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ (سورۃ النور:54)

" کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مانو، رسول اللہ کی اطاعت کرو، پھر بھی اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے ذمے تو صرف وہی ہے جو اس پر لازم کر دیا گیا ہے اور تم پر جس فرض کا بار ڈالا گیا ہے اُس کے ذمہ دار تم ہو، اُس کی اطاعت کرو گے تو خود ہی ہدایت پاؤ گے ورنہ رسول کی ذمہ داری اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ صاف صاف حکم پہنچا دے۔"

مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ کے دشمن تھے، لیکن جب تک آپ ﷺ ان کے بیچ قیام فرما رہے تب تک اللہ تعالیٰ نے ان دشمنوں سے بھی اپنے عذاب اور آزمائش کو روکے رکھا، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾

"اُس وقت تو اللہ ان پر عذاب نازل کرنے والا نہ تھا جبکہ تو ان کے درمیان موجود تھا اور نہ اللہ کا یہ قاعدہ ہے کہ لوگ استغفار کر رہے ہوں اور وہ ان کو عذاب دیدے۔" (سورۃ الأنفال:33)

اسی طرح امت محمد میں سے جو لوگ نبی کریم ﷺ سے محبت کرتے اور آپ ﷺ کی اطاعت بجالاتے ہیں ، اللہ تعالی انہیں بھی عذاب اور آزمائش سے محفوظ رکھتا ہے، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی ان خوش نصیب لوگوں میں شامل فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنے والوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کی یہ حکم عدولی کسی فتنے یا عذاب کا سبب بن جائے گی ، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

" رسول (ﷺ) کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے۔" (النور: 63)

اللہ کے بندو! نے اپنے تمام بندوں کو (حق کے لیے) یکسو پیدا کیا پھر شیاطین ان کے پاس آئے اور انھیں ان کے دین سے دور کھینچ لیا، اور جو ان کے لیے حلال کیا گیا تھا انھوں نے اسے ان کے لیے حرام کر دیا اور ان (بندوں) کو حکم دیا کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کریں جس کے لیے اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی تھی۔ اور اللہ نے زمین والوں کی طرف نظر فرمائی تو اہل کتاب کے (کچھ) بچے کھچے لوگوں کے سوا باقی عرب اور عجم سب پر سخت ناراض ہوا، پھر اللہ تعالی نے ان کی طرف بہترین پیغمبر کو بہترین شریعت اور افضل ترین کتاب دے کر مبعوث فرمایا۔

چنانچہ عزت وسعادت کے متلاشی لوگوں کو اللہ تعالی نے ہدایت کی دولت سے مالامال فرمایا اور جن لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے طریقے اور سنت کو پس پشت ڈال دیا، بدبختی اور رسوائی ان کا مقدر ٹھہری۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ، وَلَا يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ، وَمَاتَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ»

"اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس اُمت (امّتِ دعوت) کا کوئی ایک بھی فرد، یہودی ہو یا عیسائی، میرے متعلق سن لے، پھر وہ مر جائے اور اُس دین پر ایمان نہ لائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا، تو وہ اہل جہنم ہی سے ہوگا۔" (صحیح مسلم:153)

اللہ کے بندو! اس ساری گفتگو کے بعد یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجیے کہ ہر طرح کی خیر اور بھلائی صرف اور صرف اتباع سنت میں ہے، کیونکہ یہی کافی وشافی شریعت ہے، یہی ہدایت کا راستہ اور انسان کے لیے کار آمد علم ہے۔ اللہ تعالی نے دین اسلام کو مکمل فرما دیا، ہمیں اپنی مکمل نعمت سے نواز دیا، ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ نے ہم تک پیغامِ الٰہی پہنچانے کا حق ادا کر دیا، نیکی کے ہر کام کی طرف انہوں نے اپنی امت کی رہنمائی فرمائی اور برائی کے ہر کام سے انہوں نے اس امت کو ڈرایا، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (سورۃ المائدۃ:3)

"آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔"

پس بہترین طریقہ ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ کا طریقہ ہے ، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں اس طریقے کو اپنانے اور اسے اپنے لیے مشعلِ راہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ سب لوگوں کو قرآن کریم کی برکتوں سے فائدہ پہنچائے اور ہمیں اس کی آیات اور ذکر حکیم سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں نے جو کہنا تھا وہ کہہ دیا، اب میں اللہ تعالی سے بخشش طلب کرتا ہوں، تم بھی اسی سے معافی مانگو، بلاشبہ وہ بڑا بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

ہر قسم کی تعریف اس پروردگار کے لیے ہے جو حق کو عزت اور رفعت عطا فرماتا ہے اور باطل کو ذلیل اور پست کرتا ہے۔ صرف اللہ ہی کی عزت وقوت اور بادشاہت دائمی ہے، اس کے سوا ہر چیز کو ہلاک ہونا ہے، اچھا انجام متقی لوگوں کے لیے ہے، عذاب اور پکڑ صرف ظالموں کی ہے۔

اللہ کے بندو! اللہ کی طرف سے تمہاری طرف جو کچھ نازل کیا گیا ہے تم اس کی پیروی کرو اور اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی پیروی سے اجتناب کرو ، شریعت کو مضبوطی سے تھام لو، نبی کریم ﷺ کے طریقے پر مضبوطی سے کاربند رہو اور ان کی سنتوں کو اپنالو، گم گشتہ سنتوں کا احیاء کرو اور اس راستے میں صبر واستقامت سے کام لو، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (سورۃ آل عمران:139)

"تم نہ سستی کرو اور غمگین ہو، تم ہی غالب رہو گے، اگر تم ایماندار ہو۔"

سیدنا ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامًا الصَّبْرُ فِيهِنَّ مِثْلُ الْقَبْضِ عَلَى الْجَمْرِ، لِلْعَامِلِ فِيهِنَّ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِكُمْ. قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ: وَزَادَنِي غَيْرُ عُتْبَةَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَجْرُ خَمْسِينَ مِنَّا أَوْ مِنْهُمْ؟ قَالَ: لَا، بَلْ أَجْرُ خَمْسِينَ رَجُلًا مِنْكُمْ» (جامع ترمذی:3058)

"تمہارے پیچھے ایسے دن آنے والے ہیں کہ اس

وقت صبر کرنا (کسی بات پر جمے رہنا) ایسا مشکل کام ہوگا جتنا کہ انگارے کو مٹھی میں پکڑے رہنا، اس زمانہ میں کتاب وسنت پر عمل کرنے والے کو تم جیسے پچاس کام کرنے والوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا۔ (اس حدیث کے راوی) عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں: عتبہ کے سوا اور کئی راویوں نے مجھ سے اور زیادہ بیان کیا ہے۔ کہا گیا: اللہ کے رسول! (ابھی آپ نے جو بتایا ہے کہ پچاس عمل صالح کرنے والوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا تو) یہ پچاس عمل صالح کرنے والے ہم میں سے مراد ہیں یا اس زمانہ کے لوگوں میں سے مراد ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ اس زمانہ کے، تم میں سے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَأَ غَرِيْبًا، فَطُوْبَى لِلْغُرَبَاءِ» (صحیح مسلم:145)

’اسلام کا آغاز اجنبی کی حیثیت سے ہوا اور عنقریب پھر اسی طرح اجنبی ہو جائے گا جیسے شروع ہوا تھا، خوش بختی ہے اجنبیوں کے لیے۔“

ان اجنبی لوگوں کے متعلق جب آپ ﷺ سے سوال ہوا کہ یہ خوش نصیب لوگ کون ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«هُمُ الذين يُصلِحون إذا فسَد الناسُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيَأْرِزَنَّ الْإِيمَانُ إِلَى مَا بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى حُجْرِهَا» (موافقة الخبر الخبر للحافظ ابن حجلر العسقلاني 135/1)

”یہ وہ لوگ ہیں جو اس وقت اصلاح کا کام کریں گے جبکہ لوگوں میں بگاڑ آچکا ہوگا، مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کہ اسلام ان دو مسجدوں (مسجد حرام اور مسجد نبوی) کے درمیان اس طرح پناہ گزیں ہو جائے گا جس طرح سانپ اپنی بل میں میں پناہ پکڑتا ہے۔“

اللہ کے بندو! نبی کریم ﷺ نے ہمیں بدعات سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«مَنْ أحدَثَ في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌّ» (صحیح مسلم:1718)

"جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی ایسی نئی بات شروع کی جو اس میں نہیں تو وہ مردود ہے۔“

اسی طرح ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ عَمِلَ عملًا ليس عليه أمرُنا فهو ردٌّ»

”جو شخص ایسا کام کرے جس کا حکم ہم نے نہیں دیا تو وہ مردود ہے۔“(صحیح مسلم:1718)

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ «وَعَظَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمًا بَعْدَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مَوْعِظَةً بَلِيغَةً، ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ يَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ؛ فَإِنَّهَا ضَلَالَةٌ، فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَعَلَيْهِ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وإيَّاكم ومُحدَثاتِ الأمور؛ فإنَّ كُلَّ مُحدَثةٍ بدعةٌ، وكُلَّ بدعةٍ ضَلالةٌ» (سنن أبي داود:4607؛ جامع ترمذی:2676)

رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہمیں نماز فجر کے بعد ایک موثر نصیحت فرمائی جس سے لوگوں کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں اور دل لرز گئے، ایک شخص نے کہا: یہ نصیحت ایسی ہے جیسی نصیحت دنیا سے (آخری بار) رخصت ہو کر جانے والے کیا کرتے ہیں، تو اللہ کے رسول! آپ ہمیں کس بات کی وصیت کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم لوگوں کو اللہ سے ڈرتے رہنے، امیر کی بات سننے اور اسے ماننے کی نصیحت کرتا ہوں، اگرچہ تمہارا حاکم اور امیر ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، کیوں کہ تم میں سے آئندہ جو زندہ رہے گا وہ (امت کے اندر) بہت سارے اختلافات دیکھے گا تو تم (باقی رہنے والوں) کو میری وصیت ہے کہ نئے نئے فتنوں اور نئی نئی بدعتوں میں نہ پڑنا، کیوں کہ یہ سب گمراہی ہیں۔ چنانچہ ان حالات میں میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت اپنائے رکھنا، سنت کو خوب مضبوطی سے تھامنا، بلکہ ڈاڑھوں سے پکڑے رہنا، نئی نئی بدعات و اختراعات سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا، بلاشبہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

اللہ کے بندو! بدعت ایسی گمراہی ہے کہ جو دین کا چہرہ مسخ کر دیتی ہے، ایسا انتشار ہے جو اتحاد امت کو بکھیر دیتا ہے اور بدعت کھلم کھلا گمراہی اور باعثِ نحوست وبد بختی ہے۔ چنانچہ تم لوگ اللہ کی بات مانو اور رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر کاربند رہو، فرمان باری تعالیٰ ہے:

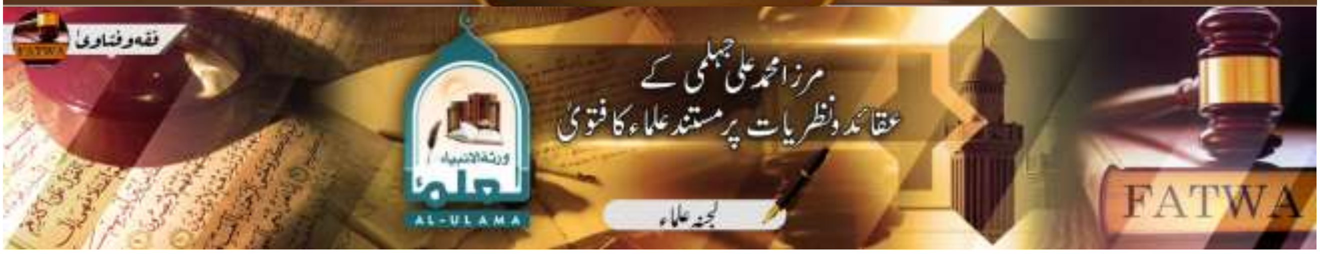
﴿فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ (سورۃ القصص:50)

”پھر اگر یہ تیری نہ مانیں تو سمجھ لو کہ دراصل یہ اپنی خواہشات کے پیرو ہیں، اور اُس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو گا جو اللہ کی ہدایت کے بغیر بس اپنی خواہشات کی پیروی کرے، بیشک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

اللہ آپ پر رحم فرمائے، نبی کریم ﷺ پر درود وسلام بھیجو، کیونکہ اللہ تعالی نے اس کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (سورۃ الاحزاب:56)

” اللہ اور اسکے فرشتے محمد (ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو، تم بھی ان پر خوب درود وسلام بھیجو۔“



سوال: عصرِ حاضر میں سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ پر ایک شخص 'مرزا محمد علی جہلمی' کے نام سے معروف ہے، صحابہ کرام ؓ، ائمہ دین اور دیگر مسلمہ عقائد سے متعلق اسکے کئی ایک بیانات اور ویڈیوز مشہور ہیں، کئی ایک علما کا خیال ہے کہ ایسے شخص کو نظر انداز کرنا چاہیے، اور یہ فتنہ مرورِ زمانہ کے ساتھ خود بخود ختم ہو جائے گا، لیکن بہت سارے علما کا یہ خیال ہے کہ چونکہ عوام کا مطالبہ ہے کہ اس شخص کی اصلیت واضح کی جائے، اس لیے اس کے عقائد و نظریات کو سامنے رکھتے ہوئے، اس کے متعلق ایک متفقہ بیان جاری ہونا چاہیے۔

ذیل میں ہم مرزا مذکور کے کچھ بیانات و نظریات ذکر کرتے ہیں، تاکہ علمائے کرام و مفتیانِ عظام ان کو سامنے رکھتے ہوئے، اس کے متعلق رہنمائی کر سکیں۔

صحابہ کرام کی توہین

- سقیفہ بنی ساعدہ میں سیدنا ابو بکر ؓ کا انتخاب بہت بڑی غلطی تھی، جس کی وجہ سے امت کی بربادی اور خون ریزی ہوئی۔ اگر ابو بکر ؓ آج زندہ ہوں تو خود اس انتخاب پر خون کے آنسو روئیں۔
- اسلام کی اصل سیاسی روح کے مطابق خلافت صرف سیدنا علی ؓ کی ہے۔
- سب صحابہ کرام ؓ سے اللہ راضی نہیں ہوا۔ اللہ کی رضامندی کا سرٹیفکیٹ صرف بیعتِ رضوان والے 1400 صحابہ کرام ؓ کے لیے ہے۔ سب صحابہ سے اللہ کو راضی سمجھنا قرآن کی معنوی تحریف ہے۔
- سب صحابہ جنتی نہیں۔ سورۃ الحدید، آیت 10 میں وکلا وعد اللہ الحسنیٰ (اللہ نے سب صحابہ سے جنت کا وعدہ کیا ہے) کا معنی یہ ہے کہ (اپنے اعمال کی سزا بھگت کر) آخر کار صحابہ جنت میں چلے جائیں گے۔
- فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کرنے والے صحابہ کرام نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا۔
- آج موبائل سے دیکھ کر قرآن پڑھنے والے کو زبانی قرآن پڑھنے والے صحابہ کرام سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔
- نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بہت سے صحابہ مرتد ہو گئے تھے، حوضِ کوثر سے روکے جانے والے وہی ہوں گے، جو نبی کریم ﷺ کی زندگی میں صحابی تھے۔
- وفات کے وقت نبی کریم ﷺ کچھ صحابہ کرام ؓ سے ناراض تھے اور ناراضی کی حالت میں ہی فوت ہوئے۔
- سیدنا علی ؓ سے اختلاف کرنے والے صحابہ کے بارے میں دِل صاف نہیں ہے، ان کے بارے میں دل میں رنج ہے۔
- (جنگِ جمل و صفین میں صحابہ کرام ؓ کے باہمی اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) جنہوں نے حضرت علی ؓ جو واقعی امام بھی تھے اور خلیفہ راشد بھی تھے، ان کی بیعت نہیں کی، وہ واقعی جاہلیت کی موت مرے۔
- نبی کریم ﷺ نے ایک دعوت کھڑی کی، کتنا آپ نے تزکیہ کیا، لیکن تیس سال بعد جب اس دعوت میں دراڑیں پڑی ہیں، وہ کس بنیاد پر پڑی ہیں؟ مال کے فتنے کی وجہ سے۔ (یعنی صحابہ کرام ؓ کا باہمی اختلاف مال کی بنا پر تھا، اجتہادی نہ تھا)
- صحیح مسلم میں 12 منافقین کا ذکر ہے، جن میں سے 8 منافقین کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ دُبَیلہ پھوڑے سے مَریں گے، آپ نے تاثر یہ دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ آٹھوں یا اُن میں سے کچھ وہ ہیں، جنہیں اہلِ سنت صحابہ کہتے ہیں۔
- سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سب سے بڑے معاون ہارون علیہ السلام تھے، نبی کریم ﷺ کے ساتھ اس لیول کے معاون نہ سیدنا ابو بکر ؓ تھے، نہ سیدنا عمر ؓ، بل کہ صرف سیدنا علی ؓ تھے۔
- روحانی طور پر سیدنا علی ؓ پہلے خلیفہ ہیں، جب کہ سیاسی طور پر سیدنا ابو بکر صدیق ؓ پہلے خلیفہ ہیں۔
- نبی ﷺ نے اپنے بعد حق ولایت سیدنا علی ؓ کو دے دیا تھا۔
- سیدنا عثمان ؓ کے خلاف بغاوت کرنے والوں کا موقف بالکل درست تھا، سیدنا عثمان ؓ کی اپنی غلطیوں کی وجہ سے صحابہ کرام ؓ نے ان کا گھیراؤ کیا اور شہید کیا۔
- سیدنا عثمان ؓ نے نظامِ خلافت کو چلانے میں بہت سی غلطیاں کیں، جن کی وجہ سے لوگ ان کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔
- سیدنا خالد بن ولید ؓ کو نبی علیہ السلام نے صحابیت سے نکال دیا۔
- صحابہ پر لعنت کرنا معاویہ کا جاری کردہ طریقہ ہے، میں اسے بدعت کہنے میں بھی عار محسوس نہیں کرتا۔
- معاویہ ؓ اہلِ بیت پر لعنت کرتے اور کرواتے تھے۔
- سیدنا معاویہ، سیدنا مغیرہ بن شعبہ، سیدنا عمرو بن عاص ؓ نے "امت نال کم پایا اے" (یعنی

انہوں نے پوری امت کو بہت بڑا دھوکا دیا ہے)۔

- کتابتِ وحی کوئی فضیلت نہیں، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سفارشی بھرتی ہوئے۔
- میں حضرت معاویہ کے نام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" کہتا ہوں تو یہ نہ سمجھا جائے کہ اللہ ان پر راضی ہو چکا ہے۔
- اہلِ سنت کی طرف سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی محبت، یہ آگ اور پانی ہیں، ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔
- سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بہت سے معاملات میں جان بوجھ کر سنت کی مخالفت کرتے اور کرواتے تھے، لوگ ان سے ڈر کر بھی سنت کی مخالفت کرتے تھے۔

ائمہ دین واہل سنت سے دشمنی

- امام ترمذی ناصبیت اور فرقہ واریت کی بیماری میں مبتلا تھے اور تابعی امام ابراہیم نخعی کے دل میں بنوامیہ نے بغضِ اہلِ بیت بھر دیا تھا۔
- محمد بن قاسم ہندوستان میں اسلام کے غلبے کے لیے نہیں، بلکہ اہل بیت کے افراد پر ظلم ڈھانے آیا تھا۔
- امام بخاری رحمہ اللہ حدیث گول کر گئے۔۔۔ بنو امیہ سے ڈرتے تھے۔۔۔ لیکن حدیثیں چھپ تو نہیں سکتی تھیں، بعد والوں نے پوری بیان کر دی۔۔۔
- جو ائمہ مشاجراتِ صحابہ کے بیان سے روکتے ہیں، ان کے ختنے چیک کرنے چاہییں، کہ وہ مسلمان بھی ہیں یا نہیں؟
- گستاخِ رسول کی سزا قتل نہیں۔ ابنِ تیمیہ نے شاتمِ رسول کی سزا کے قتل ہونے پر جو کتاب (الصارم المسلول) لکھی ہے، آج اگر وہ زندہ ہوتے تو اس کتاب کی وجہ سے میں ان پر انٹرنیشنل عدالت میں مقدمہ کرتا۔
- لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِيْ اور وَكَانَ يَكْتُبُ الْوَحي ۔۔۔اتنی حدیث بیان کرنے والے علمائے اہل سنت (دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث سب) علمی خائن، چور، یہودی کردار والے ہیں۔

قادیانیت وغامدیت نوازی

- قادیانی اہل کتاب سے بہتر ہیں۔
- مرزا غلام احمد قادیانی نے صراحتا کہیں بھی دعوی نبوت نہیں کیا۔
- غامدی صاحب حق گو عالم دین ہیں۔
- موسیقی، سود، گستاخِ رسول کی سزا وغیرہ میں غامدی صاحب کو سنیں۔
- غیر نبی کا مباہلہ کرنا دعوی نبوت کے مترادف ہے، مباہلہ صرف نبی ہی کر سکتا ہے۔

رافضیت نوازی

سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں عموما اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں خصوصا ان کے نظریات روافض سے مستعار تو ہیں ہی، جیسا کہ شروع میں بیان ہو چکا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ درج ذیل معاملات میں بھی رافضیت نوازی سے خوب کام لیا ہے:

- وقتِ افطار کے بارے میں روافض کا موقف درست ہے، چوبیس منٹ تک تاخیر بالکل درست اور ناقابل قدغن ہے۔
- روافض مٹی کی ٹھیکری پر سجدہ کرتے ہیں، یہ عمل سنت کے زیادہ مطابق ہے۔
- نہج البلاغہ میں اہل سنت کی کتبِ حدیث (بشمول صحیح بخاری) سے بھی بڑھ کر توحید بیان ہوئی ہے۔

نوٹ: یہ سب عقائد و نظریات مرزا صاحب کی ویڈیوز اور تحریرات سے لیے گئے ہیں، اوران میں کوئی بھی بات سیاق وسباق سے ہٹا کر بیان نہیں کی گئی، یہ سب اور مزید باتیں مرزا صاحب کی اپنی زبان سے سننے کے لیے درج ذیل لنک کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے:

https://youtu.be/p7zCiLrnHsY

مستفتی: (ڈاکٹر) حافظ ابو یحیی نورپوری (حفظہ اللہ)

جواب: الحمدلله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده!

مذکورہ عقائد و نظریات رکھنے والا شخص ایک بدعتی اور گمراہ انسان ہے، اس کا اہل سنت واہلِ حدیث، اور منہجِ سلف سے کوئی تعلق نہیں۔

اس شخص نے کئی ایک صحابہ کے نام لیکر مثلا: سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا معاویہ، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر، سیدہ عائشہ، سیدنا مغیرہ بن شعبہ، سیدنا ابو موسی اشعری، سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم پر تنقید کی ہے، اور کئی ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت وصداقت کو مشکوک قرار دینے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق یوں دیدہ دلیری سے گفتگو کرنا رافضیوں کا منہج ہے، اہل سنت اور اہل حدیث کا طریقہ نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ ہستیاں ہیں، جن کے حق میں گواہی قرآنِ کریم میں موجود ہے، ارشادِ باری ہے:

﴿أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (المجادلہ:22)

”اللہ تعالی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں ایمان ثبت کر دیا ہے، اور ان کی خاص تائید کی ہے، اور اللہ تعالی انہیں جنت میں داخل فرمائے گا، اللہ ان سے راضی ہو گیا ہے، وہ اللہ سے راضی ہیں، جان لو یہی اللہ کی جماعت ہے، اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔“

نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان وعظمت کو یوں بیان فرمایا:

«لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ» (صحیح بخاری:3673، صحیح مسلم:2540)

”میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا نہ کہو، اللہ کی قسم! اگر تم احد پہاڑ برابر سونا بھی خرچ کرو، تو ان کے ایک مُد بلکہ آدھے مد کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتے۔“

سورہ فتح کے آخر میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے، اللہ

تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾

"تاکہ اللہ تعالیٰ ان صحابہ کی وجہ سے کافروں کو غیظ وغضب دلائے۔" (سورۃ الفتح:29)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"من أصبح من الناس في قلبه غيظ على أحد من أصحاب رسول الله، فقد أصابته هذه الآية." [تفسير القرطبي:297/16]

"جس شخص کے دل میں صحابہ میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی کینہ وبغض ہے، وہ اس آیت کا مصداق ہے۔"

گویا ناقدینِ صحابہ کافروں کے ہمنوا ہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کیونکہ یہ لوگ در حقیقت اللہ رب العالمین کی تردید، اور قرآن وحدیث دونوں کے انکار میں مبتلا ہیں۔ (حوالہ سابقہ)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"إذا رأيت رجلاً يذكر أحداً من الصحابة بسوء فاتهمه على الإسلام."

"جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی برائیاں کرے، اس کا اسلام ہی مشکوک ہے۔" (البداية والنهاية:142/8)

امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"إذا رأيت الرجل ينتقص أحداً من أصحاب رسول الله ﷺ فاعلم أنه زنديق، وذلك أن الرسول ﷺ عندنا حق، والقرآن حق، وإنما أدى إلينا هذا القرآن والسنة أصحاب رسول الله ﷺ وإنما يريدون أن يجرحوا شهودنا ليبطلوا الكتاب والسنة، والجرح بهم أولى، وهم زنادقة." (الكفاية للخطيب:97)

"اگر آپ کسی آدمی کو دیکھیں کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی تنقیص اور خامیاں بیان کر رہا ہے، تو جان لو کہ یہ شخص زندیق (بے دین) ہے، کیونکہ ہمارے لیے قرآن وسنت پر ایمان لانا ضروری ہے، اور ان دونوں کو ہم تک نقل کرنے والے یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، ان پر تنقید کرنے والے در اصل کتاب وسنت کو باطل ٹھہرانا چاہتے ہیں، حالانکہ یہ گستاخانِ صحابہ خود مجروح وناقابل اعتبار ہیں، کیونکہ یہ بے دین اور زندیق ہیں۔"

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ونحب أصحاب رسول الله ﷺ، ولا نفرط في حب أحد منهم، ولا نتبرأ من أحد منهم، ونبغض من يبغضهم، وبغير الخير يذكرهم، ولا نذكرهم إلا بخير، وحبهم دين وإيمان وإحسان، وبغضهم كفر ونفاق وطغيان." (العقيدة الطحاوية: 57)

"ہم رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے محبت رکھتے ہیں، نہ کسی کی محبت میں غلو کرتے ہیں، اور نہ ہی کسی صحابی سے براءت کا اظہار کرتے ہیں، جو ان سے بغض رکھتا ہے، یا ان کی برائیاں کرتا ہے، ہم اس سے بغض رکھتے ہیں، ہم صحابہ کی صرف اچھائیاں بیان کرتے ہیں، اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان سے محبت دین، ایمان اور احسان ہے، اور ان سے بغض رکھنا، کفر، نفاق اور سرکشی ہے۔"

اسلافِ امت اور ائمہ دین جیسا کہ امام محمد بن سیرین تابعی، امام ابراہیم نخعی تابعی، امام بخاری، امام ترمذی اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اس کے تبصروں سے واضح ہوتا ہے کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ علما اور محدثین کا بھی گستاخ ہے، جو کہ اس کے گمراہ ہونے کی ایک واضح اور آسان فہم علامت ہے۔

علما کی شان وعظمت کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے اور فرشتوں کے ساتھ بطور گواہ کے ذکر کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ﴾ (سورۃ آل عمران:18)

"اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور اہل علم نے یہ گواہی دی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ»

"علماء انبیاء کے وارث ہیں۔" (سنن أبی داوٗد:3641)

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"علماء السلف من السابقين ومن بعدهم من التابعين أهل الخير والأثر وأهل الفقه والنظر لا يذكرون إلا بالجميل ومن ذكرهم بسوء فهو على غير السبيل."

"اہلِ سنت والجماعت کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اسلافِ امت کو اچھے طریقے سے یاد کرتے ہیں، اور جو شخص ان کی برائی کرتا ہے، وہ سیدھے راستے سے ہٹا ہوا ہے۔" (العقيدة الطحاوية:57)

حقیقت یہ ہے کہ جس نے بھی کوئی بڑا مذہبی فتنہ یا فکری فساد برپا کیا، اس نے سب سے پہلے عوام کو علماء سے بد ظن کیا، کیوں کہ اس کو معلوم تھا کہ میری رائے کی اس وقت تک کوئی اہمیت نہ بن پائے گی جب تک لوگ اہل علم کی طرف رجوع، یا انہیں سننے پر آمادہ رہیں گے۔ مرزا مذکور نے بھی اپنے پیروکاروں کو علماء سے اس قدر بد ظن کرنے کی کوشش کی، تاکہ وہ اہل علم کی بات سننے کو ہی تیار نہ ہوں، اور اندھی تقلید میں پڑے رہیں، اور اسی پر خوش ہو کر اسے 'علمی کتابی' سمجھتے رہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جس نے بھی کوئی بڑا مذہبی فتنہ یا فکری فساد برپا کیا، اس نے سب سے پہلے عوام کو علماء سے بد ظن کیا، کیوں کہ اس کو معلوم تھا کہ میری رائے کی اس وقت تک کوئی اہمیت نہ بن پائے گی جب تک لوگ اہل علم کی طرف رجوع، یا انہیں سننے پر آمادہ رہیں گے۔ مرزا مذکور نے بھی اپنے پیروکاروں کو علماء سے اس قدر بد ظن کرنے کی کوشش کی، تاکہ وہ اہل علم کی بات سننے کو ہی تیار نہ ہوں، اور اندھی تقلید میں پڑے رہیں، اور اسی پر خوش ہو کر اسے 'علمی کتابی' سمجھتے رہیں۔

اس کی طرف سے قادیانیت ورافضیت جیسے منحرف گروہوں کی تائید، اور ان کی طرف سے اس کی تحسین وحوصلہ افزائی بھی اس کی حقیقت کو واضح کرتی

ہے۔
اس شخص کے بیانات اور تحریرات سے یہ بات نمایاں ہوتی ہے کہ یہ قرآن وحدیث سے اس قدر جاہل ہے کہ اوپر سے دیکھ کر صحیح عبارت نہیں پڑھ سکتا، اور دیگر دینی علوم وفنون سے بھی بالکل نابلد ہے، صرف معمولی چرب زبانی اور طلاقتِ لسانی کی بنیاد پر انٹرنیٹ کی آڑ لیکر کچھ لوگوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہوا ہے، ورنہ علم و تحقیق کے میدان میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ علما کی بجائے ایسے جہلا کو پیشوا سمجھنا، قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: «إِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يَتْرُكْ عَالِمًا، اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا» (صحیح بخاری:100، صحیح مسلم:2673)

”اللہ تعالیٰ اس طرح علم نہ اٹھائے گا کہ لوگوں کے دلوں سے چھین لے، بلکہ علما کو اٹھائے گا، یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا، تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے، جن سے لوگ سوال کریں گے، اور وہ بغیر علم جواب دیں گے، یوں خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔“

نادانی کی انتہا تو یہ ہے کہ یہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کو جائز سمجھتے اور کرتے ہیں، لیکن اپنے نام نہاد علمی کتابی امام کو معصوم کے درجے پر فائز کر رکھا ہے۔ اس کے پیروکار اس کے لیے وہ سب کچھ کرتے ہیں جو کسی جھوٹے پیر کے مرید اس کے لیے کرتے ہیں، لیکن کمال یہ ہے کہ اس نام نہاد امام نے اپنے مریدوں کو یہ یقین دلا رکھا ہے کہ اسلام میں پیری مریدی اور بابوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اس بدعتی، گستاخانِ صحابہ اور دشمنِ علمائے امت کو سننا، اور اس کی تشہیر وترویج کرنا، قطعا نادرست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں پاکباز خواتین پر تہمت طرازی کرنے والوں کی گواہی کو مردود قرار دیا ہے۔ (سورہ نور:4)، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، سلفِ امت پر زبان درازی کرنے والا کیونکر قابلِ التفات ہو سکتا ہے۔

لہٰذا ہر مخلص مسلمان، محبِ صحابہ، سچے سنی، اور اہل حدیث کو ایسے فسادی شخص سے براءت ونفرت کا اظہار کرنا چاہیے۔

ملک کے متعلقہ اداروں اور اربابِ اقتدار کو اس شخص کے بیانات وتقاریر پر پابندی عائد کرنی چاہیے، تاکہ مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے اور دینی تعلیمات کے ساتھ کھلواڑ کا یہ سلسلہ بند ہو۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

مفتیانِ کرام

فضیلۃ الشیخ ابو محمد عبد الستار حماد حفظہ اللہ
فضیلۃ الشیخ عبد الحلیم بلال حفظہ اللہ
فضیلۃ الشیخ جاوید اقبال سیالکوٹی حفظہ اللہ
فضیلۃ الدکتور عبد الرحمن یوسف مدنی حفظہ اللہ
فضیلۃ الشیخ سعید مجتبی سعیدی حفظہ اللہ
فضیلۃ الشیخ ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ
فضیلۃ الشیخ عبد الرؤف بن عبد الحنان حفظہ اللہ

نوٹ: مزید علمائے کرام کے اسمائے گرامی، اس فتوی کے اگلے ایڈیشن میں شامل کیے جائیں گے، جو ہم ایک کتابچہ کی شکل میں نشر کریں گے، اس میں قدرے تفصیلی فتاوی جات اور موضوع سے متعلق تحاریر ہوں گی۔ ان شاءاللہ۔

نعت

جو نقشِ پائے محمدؐ پہ چل نہیں سکتا
کبھی وہ دین کے سانچے میں ڈھل نہیں سکتا

وہ زندگی میں کبھی پھول پھل نہیں سکتا
جو راہِ شوق میں کانٹوں پہ چل نہیں سکتا

ہو جس کے دل میں محبت رسول اکرمؐ کی
فریب اس پہ زمانے کا چل نہیں سکتا

جنونِ خام نہیں ہو گا پختہ کار کبھی
خرد کی گود میں جب تک وہ پل نہیں سکتا

ہو جس کے سامنے ہر وقت اُسوۂ حسنہ
وہ حشر میں کفِ افسوس مل نہیں سکتا

کہیں اماں نہیں دامانِ مصطفےٰ کے سوا
یہ فیصلہ ہے خدا کا جو ٹل نہیں سکتا

بدلتے رہتے ہیں خود ساختہ نظام سدا
مگر نظامِ الٰہی بدل نہیں سکتا

رسول پاکؐ کا اُسوہ جو ہم نہ اپنائیں
خدا کا چشمۂ رحمت اُبل نہیں سکتا

جو درس گاہِ نبوت سے فیض یاب نہ ہو
ہزار کھا کے بھی ٹھوکر سنبھل نہیں سکتا

سکون وچین ملے گا تو بس مدینے میں
کسی بھی اور جگہ دل بہل نہیں سکتا

رسولِ پاکؐ سراجِ منیر کے آگے
چراغ اور کسی کا بھی جل نہیں سکتا

متاعِ سوزِ محبت سے ہے جو بیگانہ
دل اس کا خوفِ خدا سے پگھل نہیں سکتا

حضرت ابوالبیان حماد عمری



یہ 5 ہجری کا زمانہ ہے۔ پہلی اسلامی ریاست کے مرکز مدینہ طیبہ میں غزوہ خندق اپنے اختتام کو پہنچا ہے۔ اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کو ناکام و نامراد واپس لوٹا دیا ہے۔ یہود مدینہ اس معاہدے کے پابند تھے کہ اگر باہر سے کوئی دشمن مدینہ پر حملہ کرے گا تو وہ مسلمانوں کے شانہ بشانہ مدینہ طیبہ کا دفاع کریں گے، لیکن اس نازک موقعے پر بنو قریظہ نے غداری اور بے وفائی کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں سے تعاون ہی کا انکار کر دیا۔ اسی بدعہدی کی سزا دینے کے لیے اللہ تعالیٰ کا خصوصی پیغام لے کر جبریل امین حاضر خدمت ہوئے۔

ظہر کا وقت تھا جب اللہ کے مقرب ترین فرشتے جبریل امین ایک چمڑے کی زمین والے سفید خچر پر سوار استبرق کا عمامہ پہنے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ جبریل اس شان سے آئے کہ انہوں نے بیش قیمت ریشم کی مخملی چادر پہن رکھی تھی۔ عرض کی: أَوَضَعْتَ السِّلَاحَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟

”اللہ کے رسول! کیا آپ نے جو ہتھیار پہن رکھے تھے اتار دیے؟“ فرمایا: ہاں، ہم تو ہتھیار اتار چکے؟ جبریل امین نے عرض کیا:

فَمَا وَضَعَتْ الْمَلَائِكَةُ السِّلَاحَ بَعْدُ

”مگر یا رسول اللہ! وہ فرشتے جو غزوہ خندق میں آپ کی مدد پر مامور تھے انہوں نے تو تا حال ہتھیار نہیں اتارے، وہ تو بدستور ہتھیار بند ہیں۔ مطلب یہ کہ انہیں ابھی ڈیوٹی ختم کرنے کا حکم نہیں ملا، اس لیے کہ کچھ ضروری کام باقی ہے۔ پھر کہنے لگے: میں بھی جان بچا کر بھاگنے والے قریش کا تعاقب کر رہا تھا۔ میں ابھی ابھی وہاں سے واپس لوٹا ہوں۔ اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف یہ حکم ارسال فرمایا ہے کہ آپ فوری طور پر اپنے لشکر کے ساتھ بنو قریظہ کے محلے کی طرف پیش قدمی فرمائیں۔ یا رسول اللہ! میں بھی حکم الٰہی کے مطابق ادھر ہی جا رہا ہوں۔ میں آپ کے لشکر سے پہلے جا کر ان کے ہاں زلزلہ برپا کرتا ہوں۔ انہیں خوفزدہ کرتا ہوں اور ان کے حوصلے پست کرتا ہوں تاکہ آپ کا کام آسان ہو جائے؛ چنانچہ جبریل امین یہ پیغام پہنچا کر فرشتوں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

قارئین کرام! اندازہ کیجیے، ایک ماہ سے زیادہ آپ ﷺ گھر سے باہر رہے۔ محاذ جنگ پر موجود رہے۔ ابھی گھر پہنچ کر کمر سیدھی کی ہے کہ جبریل امین تشریف لے آئے ہیں۔ مؤمن کو اس دنیا میں آرام کہاں؟ اسے تو جنت میں جا کر ہی آرام و سکون میسر ہو گا۔

مسلم فوج کو تیاری کا حکم

رسول اللہ ﷺ نے حکم الٰہی موصول ہوتے ہی اس پر فوری عمل درآمد شروع کر دیا۔ ایک منادی کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ مسلمانوں کے درمیان اس امر کا اعلان کر دے کہ تمام مسلمان مجاہد جن کی تعداد تین ہزار کے قریب تھی، بنو قریظہ کی بستی کی جانب روانہ ہو جائیں۔ اس شخص نے اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کی منادی ان الفاظ میں کی: «مَنْ كَانَ سَامِعًا مُطِيْعًا فَلَا يُصَلِّيَنَّ الْعَصْرَ إِلَّا بِبَنِيْ قُرَيظَةَ»

”جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا فرمانبردار ہے اور سمع وطاعت پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ عصر کی نماز بنو قریظہ کے محلے میں جا کر پڑھے۔“

قارئین کرام! اہل ایمان کا لشکر جو تھکا ماندہ محاذ جنگ سے واپس مدینہ پہنچا ہی تھا، اسے دو گھنٹے کے نوٹس پر بنو قریظہ کے محلے میں پہنچنے کا حکم ملا تو پورا لشکر حسب علم بنو قریظہ کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔ آپ اندازہ لگائیں یہ کتنا فوری ایکشن تھا کہ ظہر کے وقت حکم نازل ہوتا ہے اور عصر کی نماز لشکر کا ایک بڑا حصہ بنو قریظہ میں جا کر ادا کرتا ہے۔ حالانکہ یہ قریباً 6 میل یعنی 10 کلومیٹر کی مسافت تھی۔ آپ ﷺ نے عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا اور سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو لشکر کا جھنڈا دے کر اپنی روانگی سے کچھ پہلے ارسال فرما دیا۔

یہود کی فطری خباثت

سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب ان کے قلعوں کے قریب پہنچے تو اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں یہود کو کمینگی اور خباثت کا اظہار کرتے ہوئے پایا۔ وہ اپنی فطری خباثت کی وجہ سے اسلام اور پیامبر اسلام کو گالیاں دے رہے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر واپس پلٹے اور راستے میں اللہ کے رسول ﷺ سے ملاقات کی۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ ان خبیثوں کے قریب نہ جائیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیوں، لگتا ہے تم نے ان سے میرے بارے میں کچھ تکلیف دہ باتیں سنی ہیں؟ عرض کیا: جی ہاں، اللہ کے رسول! ایسا ہی ہے۔ فرمایا: اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو ایسی کوئی بات نہ کرتے۔ جب آپ ان کے قلعوں کے قریب پہنچے تو یہود کو مخاطب کر کے بلند آواز سے فرمایا:

يَا إِخْوَانَ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيرِ هَلْ أَخْزَاكُمُ

اللّٰهُ وَأَنْزَلَ بِكُمْ نقمته؟

"اے مسخ شدہ بندرو اور خنزیرو کے بچو! کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل اور خوار نہیں کر دیا اور تم پر اپنا عذاب نازل نہیں فرمادیا؟"

کہنے لگے: ابو القاسم! تم ساری صورت حال کو اچھی طرح جانتے ہو۔ ہمارے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

سیدنا جبریل علیہ السلام دحیہ کلبی کی شکل وصورت میں

جب آپ بنو قریظہ کی طرف رواں دواں تھے تو راستے میں چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ پوچھا: کیا تمہارے پاس سے ابھی کوئی سوار گزرا ہے؟ کہنے لگے: ہاں اللہ کے رسول! ہم نے دحیہ کلبی کو دیکھا، وہ ایک سفید خچر پر سوار یہاں سے گزرے تھے۔ خچر پر چمڑے کی خوبصورت زین تھی اور وہ ریشم کی ایک بیش قیمت مخملی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ فرمایا: وہ جبریل امین تھے جنہیں اللہ نے یہود کے قلعوں میں زلزلہ برپا کرنے اور ان کے دلوں میں رعب ڈالنے کے لیے بھیجا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ کے قریب پہنچے تو وہاں "انا" نامی ایک کنویں کے قریب پڑاو ڈالا۔

بنو قریظہ کا محاصرہ

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار مجاہدین کے لشکر جرار کے ساتھ یہود کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ جب اسی حال میں 25 راتیں گزر گئیں تو یہودیوں پر زمین تنگ ہو گئی۔ سخت پریشانی کے عالم میں وہ سر جوڑ کر بیٹھے کہ اب کیا کیا جائے۔ حیی بن اخطب جو بنو نضیر کا سردار تھا اور یہود کا بہت بڑا عالم بھی تھا وہ بھی غزوہ خندق ختم ہونے پر بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد سے دوستی اور وفا کا اظہار کرتے ہوئے اس کے قلعے میں چلا گیا تھا۔ وہ بھی انہیں کے ساتھ محصور تھا۔

سردار یہودی قوم کو نصیحت

کعب بن اسد نے بھانپ لیا کہ اس مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا محاصرہ ختم کریں گے، نہ ہی اپنے لشکر کو واپس لے جائیں گے، جب تک اس جنگ کا کوئی واضح نتیجہ سامنے نہیں آتا۔ اس نازک صورت حال میں کعب نے زعمائے یہود کو جمع کیا اور ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

اے گروہ یہود! تم لوگ صورت حال کی سنگینی کا اندازہ کر چکے ہو۔ ان حالات میں تمہارے لیے مناسب یہ ہو گا کہ میری تین تجاویز میں سے ایک پر عمل کر لو۔ کہنے لگے تجاویز پیش کرو۔ اس نے کہا:

پہلی صورت یہ ہے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور ان کا اتباع کر لیں۔ اللہ کی قسم! تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ اللہ کے سچے نبی اور رسول ہیں۔ تمہاری کتابوں میں ان کا ذکر پوری تفصیل سے موجود ہے۔ اگر تم ان کے پیروکار بن جاؤ تو تمہارے اموال، تمہاری جانیں، تمہاری خواتین اور تمہارے بچے محفوظ ہو جائیں گے۔ انہوں نے یہ تجویز ماننے سے صاف انکار کر دیا اور کہا: ہم کسی قیمت پر تورات کے احکام تبدیل کر سکتے ہیں نہ ان سے انحراف کر سکتے ہیں۔ دوسری تجویز پیش کرو۔ کعب نے کہا:

دوسری صورت یہ ہے کہ ہم سب لوگ اپنی خواتین اور بچوں کو اپنے ہاتھوں قتل کر دیں اور پھر سر پر کفن باندھ کر ہاتھوں میں تلواریں لیے میدان میں آ جائیں اور مسلمانوں کا جم کر مقابلہ کریں۔ پھر اگر مارے بھی جائیں تو ہمیں یہ غم نہ ہو گا کہ ہمارے بچے اور عورتیں کہاں جائیں گے۔ لیکن اگر ہم فتح یاب ہو گئے تو میری زندگی کی قسم! تمہیں عورتیں بھی نئی مل جائیں گی اور ان میں سے اولادیں بھی پیدا ہو جائیں گی۔ کہنے لگے: ان مسکینوں کو ہم اپنے ہاتھوں کیسے قتل کر دیں؟ پھر ان کے بعد زندگی کا مزہ ہی کیا رہ جائے گا؟! یہ تجویز بھی ہمارے لیے ناقابل عمل ہے۔ تیسری تجویز پیش کرو۔ کعب نے کہا:

تیسری تجویز یہ ہے کہ آج رات ہفتے کی رات ہے۔ آؤ ہم محمد اور ان کے ساتھیوں پر اچانک حملہ کر دیں۔ مسلمان غفلت میں مارے جائیں گے کیونکہ انہیں یقین ہو گا کہ یہود ہفتے کے روز لڑائی نہیں کرتے۔ کہنے لگے: ہم اپنا عبادت کا دن کیسے خراب کر لیں۔ تم جانتے ہو کہ ہم سے پہلے جن لوگوں نے ہفتے کے دن حکم الٰہی سے تجاوز کیا تھا انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا گیا تھا۔ جب انہوں نے یہ تیسری تجویز بھی مسترد کر دی تو سردار کعب بن اسد نے جھنجھلا کر کہا:

مَا بَاتَ رَجُلٌ مِنْكُمْ مُنْذُ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ لَيْلَةً وَاحِدَةً مِنَ الدَّهْرِ حَازِمًا

"جب سے تمہاری ماؤں نے تمہیں جنم دیا ہے، تم میں سے کسی شخص نے ایک رات بھی عقل مندی کے ساتھ نہیں گزاری۔"

مطلب یہ کہ تم سب احمقوں کا ٹولہ ہو، تم سے عقل مندی کی بات کرنا ہی فضول ہے۔

ابولبابہ کی آمد اور خطا کا ارتکاب

بنو قریظہ نے سوچا کہ اب ان کے سامنے سوائے مسلم فوج کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے اور کوئی آپشن باقی نہیں بچا، مگر کیوں نہ اس سے پہلے اپنے پرانے حلیفوں سے کچھ صلاح مشورہ کر لیا جائے۔ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ ان کی طرف

پہلی صورت یہ ہے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور ان کا اتباع کر لیں۔ اللہ کی قسم! تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ اللہ کے سچے نبی اور رسول ہیں۔ تمہاری کتابوں میں ان کا ذکر پوری تفصیل سے موجود ہے۔ اگر تم ان کے پیروکار بن جاؤ تو تمہارے اموال، تمہاری جانیں، تمہاری خواتین اور تمہارے بچے محفوظ ہو جائیں گے۔ انہوں نے یہ تجویز ماننے سے صاف انکار کر دیا اور کہا: ہم کسی قیمت پر تورات کے احکام تبدیل کر سکتے ہیں نہ ان سے انحراف کر سکتے ہیں۔

بنو عمرو بن عوف کے سردار ابولبابہ کو بھیجا جائے۔ یہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان کا نام بشیر بن عبد المنذر تھا۔ یہ ان خوش قسمت انصار مدینہ میں شامل تھے جنہوں نے عقبہ کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ پر امیر سیدنا ابولبابہ ہی کو مقرر فرمایا تھا۔

بنو عمرو زمانہ قدیم سے قریظہ کے حلیف چلے آرہے تھے۔ یہود نے کہا:

"سیدنا ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ہمارے پاس بھیج دیجئے ہم ان کے ساتھ کچھ اہم امور پر مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ جب وہ آئے تو یہودی مرد و خواتین بے تابی سے ان کی طرف لپکے اور بچے بھی جا کر ابو لبابہ سے چمٹ کر سسکیاں بھرنے لگے۔"

سیدنا ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کو ان پر بہت ترس آئے گا۔ کہنے لگے:

"ابولبابہ یہ بتاؤ کیا ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہتھیار ڈال دیں؟"

سیدنا ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "ہاں ڈال دو۔"

اور ساتھ ہی انہوں نے اپنے گلے کی طرف اشارہ کیا، گویا انہیں اشارے سے بتلا دیا کہ تم ہتھیار ڈال تو دو لیکن لگتا یہ ہے کہ ذبح کر دیئے جاؤ گے۔

سیدنا ابولبابہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"اشارہ تو میں کر بیٹھا، لیکن وہاں کھڑے کھڑے ہی مجھے پوری شدت سے احساس ہونے لگا کہ ابولبابہ! تم نے کیا کر دیا؟! یہ تو اللہ اور اس کے رسول کی امانت میں خیانت ہو گئی۔ یہ تو ایک قومی اور ملی راز تھا جس کی بھنک دشمن کو کسی بھی قیمت پر پڑنا نہیں چاہیے تھی۔"

سیدنا ابولبابہ رضی اللہ عنہ وہاں سے نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے بلکہ سیدھے مسجد نبوی میں پہنچ گئے۔ مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ خود کو رسیوں سے باندھ لیا اور کہا:

"میں اس وقت تک یہاں سے نہیں ہلوں گا جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول کر کے مجھے معاف نہ فرما دے۔ ان کی بعض زمینیں اور اموال بنو قریظہ میں تھے، تاہم انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ وہ آج کے بعد بھی بنو قریظہ کی طرف نہیں جائیں گے اور نہ ہی اس سرزمین پر رہیں گے جہاں ان سے یہ غلطی سرزد ہوئی۔"

سیدنا ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

"اس ستون سے مجھے کوئی کھولنے کی کوشش نہ کرے۔ اب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی اپنے دست مبارک سے میری رسیاں کھولیں گے۔"

قارئین کرام! عہد نبوی میں مسجد نبوی میں کھجور کے تنوں کے ستون تھے۔ مگر مختلف ادوار میں جب کبھی مسجد نبوی کی تعمیر نو کی گئی یا اس میں توسیع کی گئی تو ان ستونوں کی الگ پہچان قائم رکھی گئی۔ آج بھی آپ وہاں جائیں تو آپ کو منبر نبوی کے قریب ایک ستون نظر آئے گا جس پر "اُسطوانہ ابو لبابہ" لکھا ہوا ہے۔ اسے "اسطوانہ التوبہ" بھی کہا جاتا ہے یعنی وہ ستون جہاں سیدنا ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ یہ منبر شریف سے مشرقی جانب چوتھا اور قبر مبارک سے شمالی جانب دوسرا ستون ہے۔

اس موقع پر نازل ہونے والی آیات

ابو قتادہ فرماتے ہیں: اس واقعے کی مناسبت سے سیدنا ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (سورة الأنفال: 27)

"اے ایمان والو! دیدہ دانستہ اللہ اور اس کے رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ ہی تم آپس کی امانتوں میں خیانت کرو۔"

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابولبابہ کو بنو قریظہ کی طرف بھیجا تھا۔ جب ان کے واپس آنے میں خاصی دیر ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا: ابولبابہ کا کیا ہوا؟ لوگوں نے ان کے معاملے کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ میرے پاس آجاتے اور معافی طلب کرتے تو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی معافی کے لیے دعا کر دیتا۔ لیکن اب انہوں نے جو کرنا تھا کر لیا اب میں ان کی رسیاں کھولنے کے لیے اس وقت تک تیار نہیں ہوں جب تک اللہ تعالیٰ خود ہی ان کی توبہ قبول نہ فرمالیں۔

ابولبابہ کی توبہ کی قبولیت کا نزول

ابولبابہ مسلسل 6 راتوں تک اسی ستون سے بندھے رہے۔ ان کی اہلیہ ہر نماز کے وقت انہیں کھول دیتیں اور وہ کھانے حاجات ضروریہ سے فارغ ہونے اور نماز ادا کرنے کے بعد پھر اسی ستون سے خود کو باندھ لیتے۔

ساتویں دن جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف فرما تھے، سحر کے وقت آپ پر سیدنا ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ کی قبولیت کے سلسلے میں آیت کریمہ نازل ہوئی۔ آپ علیہ السلام ہنس رہے تھے۔ سیدہ نے عرض کی:

مِمَّ تَضْحَكُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ أَضْحَكَ اللَّهُ سِنَّكَ

اللہ کے رسول! آپ کس وجہ سے ہنس رہے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنستا مسکراتا رکھے؟ فرمایا: ابولبابہ کی توبہ قبول کر لی گئی ہے۔ اس موقع پر آپ ان پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا

صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾

"اور دوسرے لوگ جنہوں نے اپنی غلطیوں کا اعتراف کر لیا۔ وہ ملے جلے عمل کرتے رہے، کچھ اچھے اور کچھ برے، امید ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے کیونکہ وہ بخشنے والا اور بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔"(سورۃ التوبہ:102)

سیدہ ام سلمہ بیان فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: أفلا أبشرہ یارسول اللہ؟) اللہ کے رسول! کیا میں انہیں یہ خوش خبری نہ دے دوں؟، فرمایا: (بلی إن شئت) "کیوں نہیں! اگر تم چاہو تو ایسا کر سکتی ہو۔"

سیدہ اسی وقت اپنے حجرے کے دروازے کے سامنے کھڑی ہو گئیں، اس وقت تک مسلم خواتین کے لیے پردہ کرنے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے زور سے آواز دی: ابولبابہ! خوش ہو جاؤ، اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی ہے ۔ لوگ ابولبابہ کی طرف دوڑ پڑے تاکہ وہ انہیں رسیوں سے آزاد کر دیں مگر انہوں نے سب کو منع کر دیا۔ فرمایا: کوئی مجھے کھولنے کی کوشش نہ کرے جب تک خود اللہ کے رسول ﷺ اپنے دست مبارک سے مجھے اس قید سے آزاد نہ کریں۔ تھوڑی دیر بعد جب اللہ کے رسول ﷺ نماز فجر کے لیے مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے بنفس نفیس سیدنا ابولبابہ کو اس قید سے آزاد فرمایا۔

آیئے اب بنو قریظہ کی طرف چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ابولبابہ کی واپسی کے بعد ان کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔ بنو قریظہ کے پاس اسلحہ اور سامان خورد و نوش کی کوئی کمی نہ تھی۔ وہ ایک لمبے عرصے تک محاصرہ برداشت کر سکتے تھے اور مسلمان کھلے میدان میں سخت سردی میں موسم کے جھٹکے برداشت کر رہے تھے، لیکن سیدنا علی بن ابو طالب اور سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم نے ان کے قلعوں پر چڑھائی کا عزم مصمم ظاہر کیا تو وہ خوفزدہ ہو گئے ۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا اور نہایت عجلت میں انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ اللہ کے رسول علم کے سامنے ہتھیار ڈال دیے جائیں۔ جب وہ قلعوں سے نیچے اتر آئے اور خود کو مسلم فوج کے حوالے کر دیا تو اوس کے لوگ ان آنے عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! یہ قریظہ والے ہمارے پرانے حلیف ہیں۔ ان سے پہلے خزرج کے حلیف بنو قینقاع کے بارے میں آپ جو فیصلہ فرما چکے ہیں وہ آپ کو معلوم ہی ہے۔

قارئین کرام! وہ معاملہ اس طرح پیش آیا تھا کہ بنو قینقاع جب قلعوں سے اترے تو عبد اللہ بن ابی نے ان کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا اختیار اللہ کے رسول سے حاصل کر لیا۔ عبد اللہ بن اُبی نے انہیں مدینہ سے نکل جانے کے لیے کہا اور وہ لوگ مدینہ سے چلے گئے۔ یہ واقعہ 2 ہجری میں پیش آیا تھا۔

اب بنو قریظہ کا مسئلہ پیش آیا اور اوس نے ان کی سفارش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اس کے پیارے ساتھیو! کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ بنو قریظہ کے مستقبل کا فیصلہ تمہی میں سے ایک شخص کر دے؟" کہنے لگے:

"کیوں نہیں اللہ کے رسول! ہم دل و جان سے راضی ہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"ان کا فیصلہ تمہارے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کریں گے۔"

سعد بن معاذ کو غزوہ خندق کے دوران بازو کی بڑی رگ میں ایک تیر لگا تھا۔ وہ ان دنوں مسجد نبوی کے جوار میں بنو اسلم کی ایک خاتون رفیدہ کے خیمے میں زیر علاج تھے۔ یہ خاتون اللہ تعالیٰ سے اجر لینے کے لیے مسلمان زخمی فوجیوں کا مفت علاج کیا کرتی تھی۔ جب سعد زخمی ہوئے تو اللہ کے رسول نے بذات خود یہ حکم جاری فرمایا: انہیں رفیدہ کے خیمے میں زیر علاج رکھو، تاکہ میں قریب رہ ان کی کر ان کی خبر گیری کر سکوں۔

آیئے اب بنو قریظہ کی طرف چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ابولبابہ کی واپسی کے بعد ان کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔ بنو قریظہ کے پاس اسلحہ اور سامان خورد و نوش کی کوئی کمی نہ تھی۔ وہ ایک لمبے عرصے تک محاصرہ برداشت کر سکتے تھے اور مسلمان کھلے میدان میں سخت سردی میں موسم کے جھٹکے برداشت کر رہے تھے، لیکن سیدنا علی بن ابوطالب اور سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم نے ان کے قلعوں پر چڑھائی کا عزم مصمم ظاہر کیا تو وہ خوفزدہ ہو گئے۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا اور نہایت عجلت میں انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ اللہ کے رسول علم کے سامنے ہتھیار ڈال دیے جائیں۔

جب اللہ کے رسول نے انہیں بنو قریظہ کے معاملے کا فیصل بنا دیا تو اوس کے لوگ آئے اور انہیں تکلیف کے باوجود ایک گدھے پر سوار کر کے بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے۔ انہوں نے سواری پر ایک نرم تکیہ ان کے ٹیک لگانے کے لیے ساتھ لے لیا۔ راستے بھر اوس کے لوگ انہیں تلقین کرتے رہے کہ اپنے حلیفوں کے بارے کوئی اچھا اور نرم فیصلہ کرنا۔ وہ یہ بھی کہتے رہے: اللہ کے رسول نے آپ کو اس لیے معاملے کا امیج بنایا ہے کہ ان کے بارے میں کوئی اچھا فیصلہ ہو سکے۔ سعد سنتے رہے حتی کہ جب ان کا تقاضا شدت اختیار کر گیا تو فرمانے لگے:

"وہ وقت آن پہنچا ہے کہ جب سعد کو اللہ کے دین کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہ ہو۔"

مطلب یہ تھا کہ سعد ایسا فیصلہ کرے گا جس سے اللہ

راضی ہو، لوگ چاہے کچھ بھی کہتے رہیں۔ چلتے چلتے سعد کی سواری بالآخر بنو قریظہ بن گئی۔ آپ نے ساتھیوں سے فرمایا:

«قُوْمُوْا إِلَى سَيِّدِكُمْ»

”اٹھو! اپنے سردار کو آرام سے سواری سے اتار لاؤ۔“

جب سعد سواری سے اترے تو استقبال کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان سے کہنے لگے: ابو عمرو! اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو اس قضیے کا منصف بنایا ہے۔ آپ جو بھی فیصلہ کریں گے اس پر من و عن عمل ہو گا۔ سعد سواری سے اترے، تھوڑی دیر آرام کیا، بنو قریظہ کے معاملے کا پوری گہرائی سے جائزہ لیا اور پھر فرمانے لگے: ساتھیو! سنو ان غداروں کے بارے میں میرا فیصلہ ہے کہ ان کے تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے بچوں اور خواتین کو قیدی بنا لیا جائے اور ان کے تمام ہتھیاروں، قلعوں اور مال و دولت پر اسلامی لشکر کے مجاہدین قبضہ کر لیں۔

سعد کے دور کے تاریخی فیصلے پر خراج تحسین

رسول اللہ ﷺ نے سعد کے اس تاریخی فیصلے پر ان الفاظ میں ان کی تعریف فرمائی۔ فرمایا:

«لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللهِ عزوجل وَحُكْمِ رَسُوْلِهِ»

”تم نے بالکل وہی فیصلہ کیا جو اللہ تعالیٰ چاہتا تھا اور جو اس کا رسول چاہتا تھا۔“

اب ان تمام قیدی مردوں کو اور عورتوں کو مدینہ لایا گیا۔ مدینہ میں ان قیدیوں کو بنو نجار کی ایک خاتون بنت حارث کے گھر میں قید کر دیا گیا۔ ان میں کفر کے بڑے بڑے سرغنے، حیی بن اخطب اور کعب بن اسد جیسے سرداران قوم بھی شامل تھے۔ آپ ﷺ اگلے روز مدینہ کے بازار کی طرف تشریف لائے۔ وہاں ان کے لیے زمین میں خندقیں کھدوائیں اور حکم دیا کہ یہودی قیدیوں کو 10، 20، 20 کے گروپوں میں ان خندقوں کے پاس لایا جائے۔ جب یہ گروپ روانہ ہوتا تو یہ اپنے سردار کعب بن اسد سے پوچھتے: ہمارا انجام کیا ہونے جا رہا ہے؟ کہنے لگا: تم لوگوں کو کسی بھی موقع پر عقل نہیں آتی۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ بلانے والا کسی کو چھوڑتا نہیں اور تم میں سے جو جا رہا ہے وہ لوٹ کے آ نہیں رہا۔ اللہ کی قسم! یہ سوائے قتل کے اور کچھ نہیں۔ تمام یہودی قیدیوں کو باری باری خندقوں کے قریب لا کر قتل کر کے انہی خندقوں میں ڈال دیا گیا۔ یہ مرد قیدی قریباً 700 کی تعداد میں تھے۔

حیی بن اخطب کو قتل کرنے کے لیے لایا گیا تو اس کے دونوں ہاتھ گردن کے پیچھے بندھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک شاندار ریشمی حلہ زیب تن کیا ہوا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھ کر کہنے لگا: محمد! مجھے آپ کی مخالفت پر کوئی افسوس نہیں۔ اللہ جسے خوار کرنا چاہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: اللہ کے حکم پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ بنو اسرائیل کا یہ انجام تقدیر الٰہی کے فیصلے کے عین مطابق ہے۔ ہم ان کی تقدیر پر راضی ہیں۔ پھر زمین پر بیٹھ گیا اور اس کی گردن اڑا دی گئی۔

مردوں کے ساتھ ساتھ ایک یہودی عورت کا قتل

یہودی خواتین قیدیوں میں سے ایک عورت کو بھی قتل کیا گیا۔ یہ بہت مزاحیہ طبیعت رشتی گی۔ یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی تھی اور ہنسی مذاق کی باتیں کر کر کے ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔ اچانک اس کا نام پکارا گیا کہ فلاں عورت کہاں ہے؟ کہنے لگی: میں یہاں ہوں۔

ام المومنین کہتی ہیں: میں نے پوچھا: تمہارا نام کیوں پکارا گیا ہے؟ کہے گی: مجھے قتل کیا جائے گا۔ میں نے کہا: کس لیے؟ کہنے لگی:

”میں نے ایک جرم ایسا کر لیا تھا جس کی سزا قتل ہے۔ اس کی بھی گردن اڑا دی گئی۔“

اس موقعے پر یہ تنہا عورت تھی جو قتل کی گئی۔ اس کے سوا کسی عورت کو قتل نہیں کیا گیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

”اللہ کی قسم! اس کی خوش مزاجی، لطیفہ گوئی اور ہنسی مذاق والی طبیعت مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے۔ اس خاتون کا نام بنانہ تھا اور اس کا جرم یہ تھا کہ اسی نے غزوہ بنو قریظہ کے واحد شہید سیدنا خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ پر ایک قلعے کی چھت سے چکی کا پاٹ گرا دیا تھا جس سے وہ شہید ہو گئے تھے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا:

”خلاد کے لیے دو شہیدوں کا اجر ہے۔“

☆☆☆

جب سعد سواری سے اترے تو استقبال کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان سے کہنے لگے: ابو عمرو! اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو اس قضیے کا منصف بنایا ہے۔ آپ جو بھی فیصلہ کریں گے اس پر من و عن عمل ہو گا۔ سعد سواری سے اترے، تھوڑی دیر آرام کیا، بنو قریظہ کے معاملے کا پوری گہرائی سے جائزہ لیا اور پھر فرمانے لگے: ساتھیو! سنو ان غداروں کے بارے میں میرا فیصلہ ہے کہ ان کے تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے بچوں اور خواتین کو قیدی بنا لیا جائے اور ان کے تمام ہتھیاروں، قلعوں اور مال و دولت پر اسلامی لشکر کے مجاہدین قبضہ کر لیں۔

سب سے زیادہ معزز

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”عزت صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے اور ان پر ایمان لانے والوں کے لیے ہے لیکن غافل جانتے نہیں۔“ (سورۃ المنافقون: 8)



سوال: حلقہ درس کے ایک طالب علم نے سوال کیا ہے کہ وہ حدیث جس میں کہا گیا ہے کہ ”وہ قوم فلاح نہیں پائے گی جو ایک عورت کو اپنا امیر بنا لیتی ہے“ اسی کے راوی ابو بکرۃ ہیں ور ان کے بارے میں تاریخ بتاتی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انہیں قذف کی بنا پر کوڑے مارے گئے تھے تو کیا ان کی روایت کو قبول کیا جائے گا؟

جواب: حضرت ابو بکرۃ نفیع بن مسروح کے بارے میں خیال رکھا جائے کہ وہ صحابی رسول ہیں۔ طائف کے محاصرہ کے بعد وہ ان چند غلاموں میں سے تھے جو اسلام لے آئے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔ اسی لیے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلاموں یعنی موالی میں سے شمار ہوتے ہیں۔ آخر حیات میں وہ بصرہ منتقل ہو گئے تھے اور بقول حسن بصری جو لوگ بصرہ میں آباد ہوئے ان میں عمران بن حصین اور ابو بکرہ افضل ترین لوگوں میں سے تھے۔ بصرہ میں ان کی اولاد علم اور شرافت کے لحاظ سے نمایاں تھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی مذکورہ روایت کو اپنی صحیح احادیث کے مجموعہ میں جگہ دی ہے۔

اور جہاں تک قذف کے واقعے کا تعلق ہے تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ سن 17ھ میں صحابی رسول المغیرہ بن شعبہ پر یہ تہمت لگی تھی کہ وہ بنی ہلال کی ایک خاتون کے پاس آتے جاتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چار گواہ بھی پیش ہوئے اور وہ تھے حضرت ابو بکرہ، ان کے بھائی نافع، سہل یا شبل بن معبد اور ان کے ماں جایہ بھائی زیاد، جب گواہی دینے کا وقت آیا تو پہلے تین حضرات نے تو گواہی دے دی لیکن زیاد نے اپنی گواہی میں لیت ولعل سے کام لیا۔

اب چونکہ گواہی کا نصاب پورا نہ ہو پایا، اس لیے شریعت کے مطابق باقی تین گواہوں کو قذف (یعنی تہمت لگانے کے الزام میں) کوڑے مارے گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تینوں گواہوں سے کہا کہ وہ توبہ کریں تاکہ ان کی شہادت کو آئندہ زندگی میں تسلیم کیا جا سکے۔ دو حضرات نے تو توبہ کر لی لیکن حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: تم مجھ سے توبہ اس لیے چاہتے ہو کہ میری گواہی تسلیم کی جائے، انہوں نے کہا: ہاں! تو ابو بکرہ کہتے ہیں تو پھر جان لو کہ آئندہ کبھی بھی دو آدمیوں کے درمیان گواہی نہ دوں گا۔“

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: گویا وہ یہ کہہ رہے تھے کہ میں نے المغیرہ پر جھوٹی تہمت نہیں لگائی، بلکہ میں تو صرف گواہ کی حیثیت سے پیش ہوا تھا، یعنی ان کی رائے میں قذف اور گواہی میں فرق ہے کیونکہ غلطی ان کی تو نہیں تھی، وہ تو گواہی کا نصاب پورا نہیں ہوا، اس لیے قانون کے مطابق انہیں سزا دی گئی، اگر چوتھا گواہ بھی گواہی دے دیتا تو زانی کو رجم کیا جاتا اور ان چاروں گواہوں پر قذف کی تہمت نہ لگتی۔ اس وضاحت کے بعد ان کی عدالت پر شک نہیں ہونا چاہیے اور ان کی روایت پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

سوال: ایک نوجوان لکھتے ہیں کہ

”میرا سوال یقین کے مرتبہ تک پہنچنے کا ہے جو کہ ایمان کی بنیاد ہے اور کیا ”ممکنات میں توازن“ کی بنیاد پر دین میں بھرپور یقین حاصل ہو سکتا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ ہمارے وجود کے لیے دین کا ہونا ہی سب سے بہترین حل ہے اگر اس تھیوری کے مقابلہ میں تمام متبادل نظریات کو رکھا جائے؟ کیا اس طرح یقین حاصل کرنے کی مطلوبہ شرائط پوری ہو سکیں گی؟

جواب: آپ نے ”ممکنات میں توازن“ کا ذکر کیا ہے، عربی میں اسے ’غلبۃ الظن‘ کہا جاتا ہے، ’ظن‘ کے دو کنارے ہیں، سب سے نچلا کنارہ شکوک وشبہات والا ہے اور جوں جوں اوپر جاتے جائیں، شکوک کم ہوتے جاتے ہیں اور یقین بڑھتا چلا جاتا ہے اور سب سے اونچا کنارہ یقین کامل کے مترادف ہے اور انہی معنوں میں یہ آیات آئی ہیں:

﴿ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴾(سورۃ البقرۃ:46)

”اور جو لوگ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور یہ کہ وہ اس کی طرف پلٹنے والے ہیں۔“

اور اسی طرح طالوت جالوت کے قصہ میں اہل ایمان (یعنی اصحاب طالوت) کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

﴿ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللَّهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ﴾ (سورۃ البقرۃ:249)

”اور جو لوگ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اللہ سے ملنے والے ہیں، انہوں نے کہا: کتنی ہی مرتبہ ایک چھوٹی سی جماعت اللہ کے اذن سے ایک بڑی جماعت پر غلبہ حاصل کرتی رہی ہے۔“

اس لیے یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ ’امکانات میں توازن‘ کے ذریعہ بھی یقین کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔

مذکورہ نوجوان نے لکھا کہ ان کی اس جواب سے تشفی نہیں ہوئی ہے تو پھر یہ دوسرا جواب تحریر کیا گیا:

ہم اس معاملے کو ایک دوسری طرح دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں، ہم دین اسلام کے بارے میں بات کرتے ہیں کہ وہ دین برحق ہے یا نہیں؟

چودہ سو سال پہلے سرزمین عرب میں ایک شخص ظاہر ہوا اور اس نے یہ دعویٰ کیا کہ میں اللہ کی طرف سے بھیجا گیا رسول ہوں اور یہ کہ جبرائیل کے توسط سے مجھ پر قرآن نازل ہوا ہے اور یہ کہ موجودہ عالم صرف ایک جائے امتحان ہے اور یہ کہ جو شخص اللہ پر، اس

کے رسول پر، آخرت کی جزا سزا پر ایمان لے آتا ہے، اللہ کے احکامات کی پابندی کرتا ہے اور محرمات سے اجتناب کرتا ہے، جنت اس کے لیے مقدر کی جا چکی ہے اور جو ان تمام باتوں کا انکار کرتا ہے، جہنم اس کا ٹھکانہ ہے۔

اب یہ وہ چیلنج ہے جو سیدنا محمد ﷺ نے تمام عالم کے سامنے رکھا ہے اور یہ مسئلہ آپ کے آخری انجام سے متعلق ہے، جنت یا جہنم میں داخل ہونے یا نہ ہونے کا چیلنج ہے جسے آپ غفلت یا تغافل کا نشانہ نہیں بنا سکتے۔

اور پھر جس قرآن کو محمد عربی ﷺ لے کر آئے اس میں کئی ایسی نشانیاں ہیں جو اس دعوے کی سچائی کو ظاہر کرتی ہیں۔

جیسے عربوں کو یہ چیلنج دیا گیا کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے تو قرآن جیسی کتاب یا صرف قرآن کی سورتوں جیسی دس سورتیں یا صرف ایک سورت ہی لا کر دکھا دو، لیکن اہل عرب اپنی فصاحت وبلاغت کے باوجود ایسا نہ کر سکے جو قرآن کی حقانیت کا ایک ثبوت بن گیا۔

یہاں چونکہ اختصار ملحوظ ہے اس لیے میں بطور ثبوت صرف تین پیشینگوئیوں کا ذکر کروں گا جو قرآن مجید میں بیان کی گئی اور سب نے پورا ہوتے دیکھا:

1۔ سورۃ یونس میں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ بیان ہوا۔ فرعون کی غرقابی کا ذکر ہوا اور پھر یہ ارشاد ہوا:

﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً﴾(سورۃ یونس:92)

”آج ہم تیرے بدن (تیری لاش) کو بچا کے رکھیں گے تاکہ تو نشانِ عبرت بن جائے ان لوگوں کے لیے جو تیرے بعد آئیں۔“

اب دیکھیے کہ اس واقعے پر تین ہزار سال سے زیادہ گزر چکے ہیں، پھر قاہرہ کے عجائب گھر میں محفوظ حنوط شدہ لاشوں پر تحقیق کی جاتی ہے اور بالآخر عمیس دوئم کی لاش کو پہچان لیا جاتا ہے اور وہ اس اعتبار سے کہ اس شخص کے چہرے پر غرقابی کی بنا پر انتہائی خوف کے اثرات تھے اور اس تحقیق کو منظر عام پر لانے والے کوئی مسلمان نہیں تھے بلکہ علم الآثار کے غیر مسلم ماہرین علماء تھے۔

2۔ سورۃ الروم کی پہلی آیات میں بازنطینی حکمرانوں کی شکست اور پھر چند سالوں میں دوبارہ غلبہ کی پیشینگوئی کی گئی ہے:

﴿الم 0 غُلِبَتِ الرُّومُ 0 فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُم مِّن بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ 0 فِي بِضْعِ سِنِينَ﴾

”الم، رومن پست ترین زمین میں مغلوب ہوئے اور پھر وہ اپنی اس شکست کے بعد چند سالوں میں دوبارہ غلبہ حاصل کریں گے۔“

﴿ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِن قَبْلُ وَمِن بَعْدُ ۚ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ 0 بِنَصْرِ اللَّهِ ۚ يَنصُرُ مَن يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ (سورۃ الروم:1-5)

”اور پہلے بھی اور بعد میں بھی اختیار اللہ ہی کا ہے اور اس دن اہل ایمان اللہ کی مدد آنے پر خوب شادمان ہوں گے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے، بے شک وہ طاقتور ہے مہربان ہے۔“

ان آیات میں جو باتیں بتائی گئیں وہ یہ تھیں:

1۔ فلسطین میں بحر میت کا علاقہ دنیا کا پست ترین علاقہ ہے، یعنی یہ سطح سمندر سے چار سو میٹر نیچے واقع ہے اور اسی علاقہ میں بازنطینی رومی عیسائیوں اور فارسی آتش پرستوں کے درمیان معرکہ لڑا گیا جس میں رومیوں کو شکست ہوئی۔

2۔ یہ شکست عارضی ہو گی اور چند سالوں (بضع سنین) میں دوبارہ انہیں فتح حاصل ہو گی اور چونکہ اہل کتاب مشرکین کے مقابلہ میں مسلمانوں سے زیادہ قربت رکھتے ہیں، اس لیے مسلمان ان کی فتح پر خوش ہوں گے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس وقت اللہ کے رسول ﷺ کے ہمراہ مکہ میں تھے، اور انہیں قرآن کی آیات پر اتنی صداقت اور یقین تھا کہ انہوں نے مشرکین مکہ کے ایک سردار امیہ بن خلف سے شرط لگا لی کہ رومن سات سے نو سال کے دوران فتحیاب ہوں گے۔ ہم قصے کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتے۔ اتنا عرض کرتے ہیں کہ نو سال کے اندر اندر بازنطینی رومن نے دوبارہ فارسی آتش پرستوں پر غلبہ حاصل کر لیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے شرط جیت لی۔

3۔ سورۃ النور کی یہ آیت بھی ایک عظیم پیشینگوئی کی حامل تھی:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ﴾(سورۃ النور:55)

”اللہ نے وعدہ کیا ہے تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک کام کیے کہ وہ انہیں زمین میں خلافت عطا کرے گا، جیسے ان لوگوں کو خلافت دی جو ان سے پہلے تھے اور یہ کہ وہ ان کے لیے اس دین کی تمکین مہیا کرے گا جیسے کہ اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور یہ کہ ان کی حالت خوف کو امن وامان سے بدل دے گا، (بشرطیکہ) وہ لوگ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔“

اور پھر یہ بات اسی طرح پوری ہوئی کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ایک قلیل مدت میں مسلمانوں نے دو عظیم سلطنتوں، روم اور فارس کو شکست دی، جہاں انہوں نے ایک عادلانہ حکومت قائم کی اور پھر یہ خلافت شرق وغرب اور شمال وجنوب پھیلتی گئی اور پھر نہ صرف کہ انہوں نے ان علاقوں میں امن وامان کو قائم کیا بلکہ تمام انسانیت کو بھی صداقت وراستی کا پیغام پہنچایا۔

اب دنیا کے تمام لوگوں کے سامنے یہ ایک چیلنج رکھا جا چکا ہے کہ یا تو وہ اس چیلنج کو غلط ثابت کریں اور اپنے راہ ورسم پر چلتے رہیں اور یا پھر نبی ﷺ کی صداقت کو قبول کریں، دائرہ اسلام میں داخل ہوں اور پھر دنیا وآخرت دونوں جگہ شادکام اور کامران رہیں۔

☆☆☆



حدیث نمبر:17

عن أَبِي هريرة رَضِيَ الله عَنْهُ عن النبيﷺ قال: « لَوْلاَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أمتي لأَمَرْتُهُمْ بِالسَّوَاكِ مَعَ كُلِّ وُضوءٍ عِنْدَ كُل صَلاةٍ » (رواه البخاري، كتاب الجمعة، باب السواك يوم الجمعة، برقم 887، وفي كتاب التمني، باب ما يجوز من اللو، برقم 7240، ومسلم، كتاب الطهارة، باب السواك، برقم 252، واللفظ له، وفي رواية: «لولا أن أشق على المؤمنين»)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت پر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔“

مفرداتُ الحدیث:

1۔لَوْلاَ: اگر نہ۔ یہ کلمہ پہلے کے وجود کی بنا پر دوسرے کی نفی پر دلالت کرتا ہے۔

2۔أَنْ أَشُقَّ: کہ میں مشقت ڈالوں۔

3۔ عَلَى أمتي: اپنی امت پر۔

4۔ لأَمَرْتُهُمْ: میں ضرور انہیں حکم دیتا۔

5۔ بِالسَّوَاكِ: مسواک کرنے کا۔

6۔ مَعَ كُلِّ وُضوءٍ: ہر وضوء کے ساتھ۔

7۔عِنْدَ كُل صَلاةٍ: ہر نماز کے وقت۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

مسواک اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کے ذریعے سے دانتوں وغیرہ کو صاف کیا جاتا ہے، برش بھی مسواک ہی ہے مگر ہر وضوء کے ساتھ اس کو کرنا انتہائی مشکل عمل ہے اور جو فوائد لکڑی کی مسواک میں ہیں وہ برش میں نہیں ہیں۔ خصوصاً تازی مسواک کثیر الفوائد چیز ہے۔ البتہ ہاتھ کی انگلی سے صفائی سے مسواک کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی کیونکہ انگلی کو بطور مسواک بنانے کی کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ واللہ اعلم

اس حدیث مبارکہ میں امت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی محبت، شفقت اور ہمدردی کا دلکش منظر سامنے آتا ہے۔ نہایت حکیمانہ انداز میں مسواک کی اہمیت کو اجاگر کر دیا گیا کہ

اس کی افادیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے امت کا ہر فرد از خود مسواک کرنے کی عادت کو اپنائے۔ ہر نماز کے وقت وضو کرتے ہوئے مسواک کا حکم اس لئے نہیں دیا کہ اس سے امت مشکل میں مبتلا ہو جاتی۔ البتہ انداز بیان ایسا اختیار کیا گیا کہ لوگوں کے سامنے مسواک کی اہمیت وافادیت واضح ہو جائے۔

1۔ مسواک کرنا مستحب اور وضو کی سنتوں میں سے ہے۔

2۔وضوء کے وقت مسواک کرنا زیادہ افضل ہے۔

3۔ مسواک کرنے سے منہ کی صفائی ستھرائی ہوتی ہے، جس سے منہ اور پورا جسم صحت و تندرست رہتا ہے، اس سے منہ کی بدبو ختم ہوتی ہے اور منہ سے خوشبو آتی ہے، مسواک کرنے سے ثواب ملتا ہے۔ مسواک کرنا، مسنون عمل ہے اس سے اتباع رسول کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

4۔ اسلام میں طہارت و پاکیزگی کی اہمیت اور اس کی تعلیم کا حکم۔

5۔ جس نماز کے لئے وضو میں مسواک استعمال کی جائے وہ زیادہ فضیلت والی ہوتی ہے۔

6۔ مسواک کو فرض اس لئے نہیں کیا گیا تاکہ امت مشقت میں مبتلا نہ ہو جائے۔

7۔ نبی کریم ﷺ اپنی امت کے حق میں کمال درجے مہربان، شفیق اور ہمدرد تھے۔

6۔ اسلامی شریعت آسان ہے مشکل نہیں اور نہ اس میں کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف دی گئی ہے۔

8۔ اس حدیث مبارکہ سے اہل علم نے ایک اصول اخذ کیا ہے کہ مفاسد کو دور کرنا مصالح کو حاصل کرنے پر مقدم ہے۔ مسواک کرنا انتہائی مفید عمل ہے مگر اگر یہ فرض ہوتا تو نہ کرنے کی صورت میں بڑا گناہ وفساد ہوتا۔

حدیث نمبر:18

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إذَا قَامَ مِنْ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ.» (رواه البخاري، كتاب الوضوء، باب السواك، برقم 245، واللفظ له، وكتاب الجمعة، باب السواك يوم الجمعة، | برقم 889، ومسلم، كتاب الطهارة، باب السواك، برقم 47-(255))

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو نیند سے بیدار ہوتے تو اپنے منہ میں مسواک ملتے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

مفردات الحدیث:

1۔إِذَا قَامَ :جب اٹھتے، بیدار ہوتے۔

2۔یَشُوصُ :رگڑتے، ملتے۔

3۔فَاہُ: اپنا منہ۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

نبی کریم ﷺ ہر وقت ہر طرح کی صفائی وستھرائی اور پاکیزگی کا خاص خیال رکھا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جب آپ رات کو نیند سے بیدار ہوتے تو منہ کی صفائی کے لیے مسواک کا ستعمال کیا کرتے تھے۔ کیونکہ یہ کثیر الفوائد چیز ہے اور ہمیں بھی اس عمل کو اختیار کرنے کی رغبت دلائی گئی۔

1۔نیند سے بیداری کے بعد مسواک کا استعمال مشروع ہے اس سے منہ میں نظافت پیدا ہوتی ہے۔ دانت اور مسوڑھے مضبوط ہوتے ہیں اور مسواک سے معدے پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور ان سب کو ملائے جائے تو مجموعی صحت و تندرستی میں مسواک کا بڑا عمل دخل ہے۔

2۔ مسواک کا استعمال اللہ تعالیٰ کی رضا اور منہ کی پاکیزگی کا باعث بنتا ہے۔

3۔ ہر وقت ہر حال میں پاکیزگی اور صفائی وستھرائی کو اختیار کرنا سنت ہے۔

حافظ حبیب الرحمٰن کو صدمہ

ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث برطانیہ حافظ حبیب الرحمٰن جہلمی کے بھائی جان جناب محمد افتخار کے جواں سال بیٹے اور حافظ حبیب الرحمٰن کے بھتیجے جناب محمد عثمان جہلم میں وفات پا گئے ہیں۔ إنا الله وإنا إليه راجعون، إنا لله ما أخذ وله ما أعطى وكل شيئ عنده بأجمل مسمى فلتصبر ولتحتسب

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

عبقری حافظ

عبد العلی کا حفظ بھی ہے معجزۂ قرآں   عبقریوں کی فہرست میں ہیں کیا خوب نمایاں
ایک ماہ سے بھی کم فقط ستائیس یوم میں   بچپن میں حفظ کر کے ہوئے حامدِ قرآں!

ڈاکٹر عبدالرب ثاقب، ڈڈلی

ڈاکٹر عبدالعلی حامد ازہری کے سانحۂ ارتحال پر

محترم عبد العلی بھی سوئے مولا چل بسے   صاحب ایمان تھے وہ سمت عقبیٰ چل بسے
نیک طینت پاک سیرت، حافظ قرآن بھی   اقربا، احباب کو دنیا میں چھوڑا چل بسے
ڈاکٹر تھے اور پروفیسر بھی عالی جاہ تھے   زیست کی مہلت جو تھی اس کو گزارا چل بسے
بارگاہ رب عزت میں ہے ثاقب کی دعا   بخش ان کو، صبر بھی پسماندگاں کو ہو عطا

ڈاکٹر عبدالرب ثاقب، ڈڈلی

نعت رسول مقبولؐ

اللہ کی عنایت سے جس دم، شاعر کو ارادت ملتی ہے   تب نعت پیمبر کہنے کی کیا خوب سعادت ملتی ہے
جب ذکرِ نبی چھڑ جاتا ہے تو دل کو نزہت ملتی ہے   چہرے پہ نکھار آ جاتا ہے آنکھوں کو تراوت ملتی ہے
اس کالی کملی والے کے ہر فیض نبوت کے صدقے   کونین کے گوشے گوشے میں رحمت ہی رحمت ملتی ہے
بس ختم نبوت آپؐ پہ ہے، تکمیل انساں آپؐ سے ہے   ہر باب میں جامع اور کامل، آقا کی فضیلت ملتی ہے
مولاؐ کی ثنا خوانی میں فضل، اس دل کو راحت ملتی ہے   ابلاغ کو وسعت ملتی ہے اور نظر کو رفعت ملتی ہے

ملک فضل حسین، ڈائریکٹر اردو فورم، یوکے، برمنگھم



علم تعبیر کیا ہے اور اس کی اہمیت کیا ہے؟

محمد ابراہیم سلفی

خواب کی صحیح تعبیر ایک مبارک علم ہے، جو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور ان کے متبعین کو دیتا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو عطا کئے جانے والے انعامات میں علم تعبیر کا خاص تذکرہ کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ﴾

"اور اسی طرح ہم نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو زمین میں جگہ دی کہ ہم اسے خواب کی تعبیر کا کچھ علم سکھادیں۔" (سورۃ یوسف:21)

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ﴾ (سورۃ یوسف:6)

"اور اسی طرح تجھے تیرا پروردگار برگزیدہ کرے گا اور مجھے خواب کی تعبیر کا علم سکھائے گا۔"

حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ 'تفسیر البیان' میں لکھتے ہیں:

"یعنی جس طرح تجھے تیرے رب نے نہایت عظمت والا خواب دکھانے کے لئے چن لیا۔ اسی طرح تیرا رب تجھے برگزیدگی بھی عطا کرے گا اور خوابوں کی تعبیر سکھائے گا۔" 'تاویل الاحادیث' کے اصل معنی باتوں کی تہہ تک پہنچنا ہے۔ یہاں خواب کی تعبیر مراد ہے۔" (تفسیر احسن البیان:ص639)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: "سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے سیدنا یوسف علیہ السلام سے بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کو منتخب کیا اور یہ ستارے اور شمس و قمر سجدہ کرتے ہوئے دکھائے ہیں: ﴿وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ﴾ اور اسی طرح اللہ تجھے برگزید وممتاز کرے گا۔" یعنی نبوت ورسالت سے سرفراز فرمائے گا۔

﴿وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ﴾

"اور خواب کی باتوں کی تعبیر علم سکھائے گا۔"

امام مجاہد رحمہ اللہ اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے بیان فرمایا ہے: ﴿تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ﴾ سے خوابوں کی تعبیر کا علم مراد ہے۔ (المصباح التعبیر (تہذیب وتحقیق تفسیر ابن کثیر):360/3)

ان آیات میں سیدنا یوسف علیہ السلام سے علم تعبیر خواب عطا فرمانے کا وعدہ کیا گیا ہے، پھر یہ وعدہ پورا بھی کر دیا گیا۔ یعنی سیدنا یوسف علیہ السلام اس بات کا خود اقرار کرتے ہیں کہ ﴿رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ﴾ (سورۃ یوسف:101)

"اے میرے پروردگار! آپ نے مجھے ملک عطا فرمایا اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم سکھایا۔"

'تیسیر الکریم الرحمن' میں عبدالرحمن بن ناصر السعدی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو زمین میں مکمل اقدار عطا کر دیا اور ان کے والدین اور بھائیوں کی ملاقات کے ذریعے ان کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں تو سیدنا یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اقرار، اس پر اس کا شکر، اسلام پر ثبات اور استقامت کی دعا کرتے ہوئے کہا:

﴿رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ﴾ "اور میرے پروردگار! آپ نے مجھے ملک عطا فرمایا۔" یہ انہوں نے اس لئے کہا تھا کہ وہ زمین کے خزانوں کے منتظم اور بادشاہ کے بہت بڑے وزیر تھے۔

﴿وَعَلَّمْتَنِي مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ﴾ "اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم عطا فرمایا۔" یعنی آپ نے مجھے آسانی کتاب کی تفسیر اور خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کیا۔ (تیسیر الکریم الرحمن:1/592)

اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو حکومت اور نبوت عطا فرمائی۔ وہ علم نبوت کی روشنی میں خوابوں کی تعبیر بھی صحیح طور پر کر لیا کرتے تھے۔ بلکہ اس فن میں انہیں خصوصی ملکہ حاصل تھا۔

حدیث میں آیا ہے کہ

علم تعبیر خواب سیدنا یوسف علیہ السلام کا ایک علمی معجزہ تھا اور یہ ظاہر بات ہے کہ جو چیز پیغمبر کا معجزہ ہو، وہ یقیناً افضل واعلیٰ ہوتی ہے۔" (تعبیر الرویا بحوالہ کامل التعبیر:ص53)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ» (صحیح بخاری:6988)

"مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔"

تمام انسانی کمالات میں نبوت سب سے اعلیٰ وافضل کمال ہے، جس کی وجہ سے انسان فرشتوں سے بھی افضل ہو جاتا ہے، تو جو چیز اعلیٰ چیز کا جز ہو، وہ بھی عمدہ ہی ہوا کرتی ہے تو جب اچھا خواب نبوت کا حصہ ہونے کی وجہ سے افضل چیز ہے تو پھر اس کا علم یعنی تعبیر خواب بھی اعلیٰ وفضل ثابت ہوا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

غمگین ہو کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ آپ ہمیں کار خیر سے مطلع فرمایا کرتے تھے، اگر اب خدانخواستہ آپ کی اجل آپہنچی تو ہم کو کون مطلع کیا کرے گا اور دینی و دنیوی امور کی خیر و بھلائی ہمیں کس طرح معلوم ہوا کرے گی؟ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

«بعد وفاتي يستطع الوحي ولا ينقطع المبشرات»

"میری وفات کے بعد وحی تو ختم ہو جائے گی لیکن مبشرات ختم نہیں ہوں گے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ مبشرات کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

«الرؤيا الصالحة التي يراها المرء الصالح»

"یعنی مبشرات وہ اچھے خواب ہیں، جو نیک بندوں کو دکھائی دیتے ہیں۔" (تعبیر الرؤیا بحوالہ کامل التعبیر: ص 53،54)

علم تعبیر ایک اہم علم ہے، امام ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"علم تعبیر اور دیگر علوم میں یہ فرق ہے کہ دیگر علوم کا طالب اس علم کے اصول کے خلاف نہیں کر سکتا، اور اس کا قیاس قابل تعبیر نہیں ہوتا اور اس تعبیر کا طریقہ معلوم نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ علم ایسا نازک ہے کہ اس کے اصول ایک حالت پر قائم نہیں رہتے۔ کیونکہ لوگوں کے حالات بموجب ان کی شکل وشباہت، صفت دیانت اور ہمت اعتقاد کے بدلتے رہتے ہیں۔ اوقات کے اختلاف سے بھی اس علم میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے، کیونکہ کسی وقت تو تعبیر مثل اور اصل کے ساتھ کرنی پڑتی ہے، اور کسی وقت اس کی ضد او نقیض کے ساتھ کی جاتی ہے۔ (تعبیر الرؤیا بحوالہ کامل التعبیر: ص 53،54)

تعبیر خواب کے اصول

ہر علم اور فن کے کچھ اصول وضوابط ہوتے ہیں، اسی طرح علم تعبیر میں مہارت حاصل کرنے کے لئے اس کے قوانین کو نظر رکھنا چاہیے۔

امام بغوی رحمہ اللہ 'شرح السنہ' میں لکھتے ہیں، کہ خواب کی صحیح تعبیر تک پہنچنے کے لئے مندرج ذیل پانچ طریقے اختیار کیے جاسکتے ہیں:

1۔ قرآن کریم سے رہنمائی حاصل کی جائے۔

2۔ حدیث رسول ﷺ سے استنباط کیا جائے۔

3۔ امثال عرب سے استدلال کیا جائے۔

4۔ ناموں اور ان کے معانی سے تعبیر کی جائے۔

5۔ کبھی خواب میں دیکھی گئی چیز کی مخالفت اور ضد سے تاویل کی جائے گی۔ (شرح السنہ: 30/370)

قرآن مجید کے ذریعے تعبیر

1۔ رسی کی تعبیر اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ﴾ (سورۃ آل عمران: 103) کی روشنی میں عہد وپیان کے ساتھ کی جائے گی۔

2۔ کشتی اور بحری جہاز کی تعبیر ﴿فَأَنجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ﴾ (سورۃ العنکبوت: 15) کی رشنی میں نجات پانے اور چھٹکارہ حاصل کرنے کے ساتھ کریں۔

3۔ لکڑیوں سے ﴿كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ﴾ (سورۃ المنافقون: 4) کے پیش نظر نفاق مراد لیں۔

4۔ ﴿فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً﴾ (سورۃ البقرۃ: 74) کے ذریعے پتھر کی تعبیر شدت اور سختی سے کی جائے گی۔

5۔ شیر خوار بچے کی تعبیر ﴿فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا﴾ (سورۃ القصص: 8) کی روشنی میں دشمنی کے ساتھ کریں۔

6۔ خواب میں راکھی تھی نا قابل قبول اعمال سے کی جائے گی۔ کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ۖ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ﴾ (سورۃ ابراہیم: 81)

7۔ کچا گوشت کھانے کی تعبیر اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا﴾ (سورۃ الحجرات: 12) کی روشنی میں غیبت کرنے سے کی جائے گی۔

8۔ سبزی، خربوزہ، لہسن، مسور کی دال اور پیار ہاتھ میں لینے کی تعبیر ایسے شخص سے کی جائے گی۔ جو اپنے پاس موجودہ بہترین اور عمدہ مال و دولت علم اور رفیق حیات کے ادنی درجے کی چیزیں حاصل کرے گا۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ مِن بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۖ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ﴾ (سورۃ البقرۃ: 61)

9۔ لباس کی تعبیر اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ (سورۃ البقرۃ: 187) کی روشنی میں "عورت" سے کی جائے گی۔

10۔ اچھے درخت کی تعبیر کل توحید اور شیادرخت کی تھی شرک وبدعت سے کی جائے گی۔

کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ﴾ (سورۃ ابراہیم: 24)

حدیث کی روشنی میں تعبیر

1۔ کوے سے فاسق و فاجر مراد لیا جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے کوے کو فاسق کہا ہے:

« خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ الْفَأْرَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْحُدَيَّا، وَالْغُرَابُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ » (صحیح بخاری: 2820)

"پانچ شریر (جانور) حرم میں بھی قتل کئے جائیں گے۔ بچھو، چوہا، چیل، کوا اور باؤلا کتا۔"

2۔ پسلیوں اور شیشے کے برتنوں سے مراد عورتیں لی جائیں گی۔

کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ» (صحیح بخاری: 6449)

”بے شک عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔“

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

«يَا أَنْجَشَةُ، رُوَيْدَكَ سَوْقًا بِالْقَوَارِيرِ»

”اے انجشہ! ذرا تھم جاؤ، ان شیشے کے برتنوں سے نرم روی اختیار کرو۔“ (صحیح بخاری: 6149)

3۔ قمیص کی تعبیر دین پر عمل پیرا ہونے سے کی جائے گی۔ چونکہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُونَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثَّدْيَ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُونَ ذَلِكَ وَمَرَّ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ يَجُرُّهُ قَالُوا مَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الدِّينَ» (صحیح بخاری: 7008)

”میں سویا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں، وقمیص پہنے ہوئے ہیں، ان میں بعض کی قمیص تو صرف سینے تک ہے اور بعض کی اس سے بڑی ہے اور عمر ابن خطاب میرے پاس سے گزرے، تو ان کی قمیص زمین سے گھٹ رہی تھی۔ صحابہ نے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول! آپ اس کی کیا تعبیر کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دین۔“

قمیص کی تعبیر دین کے ساتھ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ میں دنیا میں بدن کو ڈھانپ لیتی ہے اور دین آخرت میں ہر تکلیف دہ چیز سے بچائے گا۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ تقوی کا لباس خیر ہے اور عرب لوگ فضل اور پاک دانی میں سے تعبیر کیا کرتے تھے۔

4۔خواب میں دودھ کی تعبیر علم سے کی جائے گی

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا اور میں نے اس میں سے پیا۔ یہاں تک کہ میں نے سیر ابی کا اثر اپنے اطراف میں نمایاں دیکھا، پھر میں نے اس کا بچا ہوا سیدنا عمر بن خطاب کا دیا۔ جو صحابہ وہاں موجود تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اس کی تعبیر کیا کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اس سے مراد ”علم“ ہے۔“ (صحیح بخاری)

> سیدا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے کستوری اٹھانے والا اور آگ کی بھٹی دھونکنے والا، پس کستوری اٹھانے والا یا تمہیں (کستوری) عطیہ دے دے گا، یا تم خواس سے خرید لو گے یا (کم از کم) تم اس کی عمدہ خوشبو پالو گے اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا، یا پھر اس سے ناگوار بدبو پاؤ گے۔“

5۔ عطافرش کی تھی اچھے دوست سے اور بھٹی جلانے والے کی تعبیر برے دوست سے کی جائے گی۔ چونکہ حدیث میں ہے۔

سیدا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے کستوری اٹھانے والا اور آگ کی بھٹی دھونکنے والا، پس کستوری اٹھانے والا یا تمہیں (کستوری) عطیہ دے دے گا، یا تم خواس سے خرید لو گے یا (کم از کم) تم اس کی عمدہ خوشبو پالو گے اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا، یا پھر اس سے ناگوار بدبو پاؤ گے۔“

۳۔ امثال عرب سے خواب کی تعبیر

امثال عرب سے خواب کی تعبیر میں رہنمائی ملتی ہے، اس کی چند مثالیں مندرج ذیل ہیں:

1۔ سنار کی تعبیر جھوٹ آدمی سے کی جاتی ہے کیونکہ مقولہ مشہور ہے: "أَكْذَبُ النَّاسِ اَلصوَّاغُوْن."

”لوگوں میں سب سے زیادہ جھوٹے سنار ہوتے ہیں۔“

2۔ گڑھا کھودنے کی تعبیر مکاری سے کی جائے گی۔ کیونکہ کہا جاتا ہے:

"مَنْ حَفَرَ حُفْرَةً وَقَعَ فِيْهَا"

”جو گڑھا کھودتا ہے وہی اس میں گرتا ہے۔“

اور فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾

”اور بری تدبیروں کا وبال ان تدبیر والوں پر ہی پڑتا ہے۔“ (سورۃ فاطر: 43)

3۔ کسی کی طرف پتھر یا تیر ماننگے کی تعبیر بہتان لگانے سے کی جائے گی۔

مقولہ ہے:

"رَمى فُلَانا بِفَاحِشَةٍ."

”اس نے فلاں پر فحاشی کی تہمت لگائی۔“

اور قرآن کریم میں ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ﴾

”اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں۔“ (سورۃ النور: 4)

4۔ لمبے ہاتھ کی تعبیر امور خیر اور سخاوت کی کثرت سے کی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے:

(فُلَانٌ أَطْوَلُ يدا مِنْ فُلَانٍ»

”فلاں کا ہاتھ فلاں کی نسبت لمبا ہے۔“

اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

5۔ ناموں اور ان کے معانی کے ساتھ تعبیر:

اگر خواب میں راشد نامی دکھائی دے، تو اس کی تعبیر رُشد و ہدایت ہے۔

”سالم“ نامی شخص نظر آئے تو اس کی تعبیر ”سلامتی“

اور "سعید" کی سعادت مندی "نافع" کی "نفع و فائدہ"، "عقبہ" کی "بہتر انجام"، "رافع"، کی رفعت و بلندی" "احمد" کی حمد و تعریف "اور "صالح" "کی خوبی اور صلاحیت" کے ساتھ تعبیر کی جائے گی۔

(آپ کے خواب اور ان کی تعبیر: ص15)

سیدا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«رَأَيْتُ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فِيمَا يَرَى النَّائِمُ، كَأَنَّا فِي دَارِ عُقْبَةَ بْنِ رَافِعٍ، فَأُتِينَا بِرُطَبٍ مِنْ رُطَبِ ابْنِ طَابٍ، فَأَوَّلْتُ الرِّفْعَةَ لَنَا فِي الدُّنْيَا، وَالْعَاقِبَةَ فِي الْآخِرَةِ، وَأَنَّ دِينَنَا قَدْ طَابَ» (صحیح مسلم:2270)

"میں نے ایک رات اس حالت میں دیکھا جس میں سویا ہوا آدمی دیکھتا ہے (یعنی خواب میں دیکھا) جیسے ہم عقبہ بن رافع کے گھر میں ہیں تو ہمارے سامنے تازہ کھجور میں لائی گئیں، اس قسم کی جس کا نام ابن طالب ہے۔ میں نے اس کی تعبیر یہ کی ہے کہ ہمارا درجہ دنیا میں بلند ہو گا اور آخرت میں ہمارا انجام بہتر ہو گا اور البتہ ہمارا دین بہتر اور عمدہ ہے۔"

ایک آدمی نے امام ابن سیرین رحمہ اللہ کو یہ خواب بتایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ میں سونے کا تاج پہنے ہوئے ہوں۔

امام موصوف فرمانے لگے: "تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، تمہارا والد سفر کی حالت میں تنہا ہے، اس کی بینائی ختم ہو چکی ہے اور اس کی خواہش ہے کہ تم اس کے پاس پہنچ جاؤ۔"

اس آدمی نے اپنے تھیلے میں ہاتھ ڈال کر اپنے والد کی طرف سے پہنچنے والا ایک خط نکالا۔ تو اس میں ان کے والد نے اپنی بینائی کے ختم ہو جانے، علاقہ غیر میں تنہا ہونے اور اسے اپنے پاس آنے کو کہا تھا۔

اسے خواب میں تین بنیادی چیزیں ہیں:

1۔ سر 2۔ تاج 3۔ سونا۔

امام ابن سیرین رحمہ اللہ نے ان تینوں چیزوں کے لغوی معنی اور اشتقاق کی مدد سے ایک ضابط اور اصول وضع کیا، سر سے سردار راد لیا ہے اور والد انسان کا سردار ہوتا ہے، تاج عجمیوں کا امتیازی لباس ہے اور عجمیوں کی سرزمین عربوں کے لئے علاقہ غیر ہے، سونے کی عربی میں "ذھب" کہتے ہیں، اس کا معنی "ختم ہونا" بھی ہیں، اس سے انہوں نے بینائی کا ختم ہونا مراد لیا ہے، ان چیزوں کو ملا کر ایک ایسی تعجب خیز تعبیر اخذ کی، جو واقعہ کے عین مطابق تھی۔

(آپ کے خواب اور ان کی تعبیر: ص18-19)

اس کے علاوہ ناموں سے تعبیر کرنے کے متعلق ایک حدیث میں آتا ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«اعْتَبِرُوهَا بِأَسْمَائِهَا، وَكَنُّوهَا بِكُنَاهَا، وَالرُّؤْيَا لِأَوَّلِ عَابِرٍ»(سنن ابن ماجہ:3910)

"خوابوں کو ان (میں نظر آنی والی چیزوں) کے ناموں سے سمجھو اور چیزوں کی کو سے ان کے کنایات (واشارات) سے سمجھو اور خواب پہلے تعبیر کرنے والے کے لئے ہے۔"

5۔ خواب میں دیکھی گئی چیزوں کے الٹ تعبیر

بعض اوقات خواب میں بھی دیکھی گئی چیزوں کے الٹ اور مخالف تعبیر کی جاتی ہے۔

مثال کے طور پر کوئی خواب میں خوف اور ڈر محسوس کرے تو اس کی تعبیر امن سے کی جائے گی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا﴾

"اور اس کے بعد ان کے خوف کو وہ (اللہ تعالیٰ) امن میں بدل دے گا۔"(سورۃ النور:55)

اور اسی طرح "امن" کی تعبیر "خوف" سے کی جائے گی۔"

اور خواب میں رونے کی تعبیر "خوش ہونے" سے کی جائے گی۔

اسی طرح "جلد بازی" کی تعبیر "شرمندگی" سے اور "طاعون" کی تعبیر "لڑائی یا جنگ" سے کی جائے گی۔

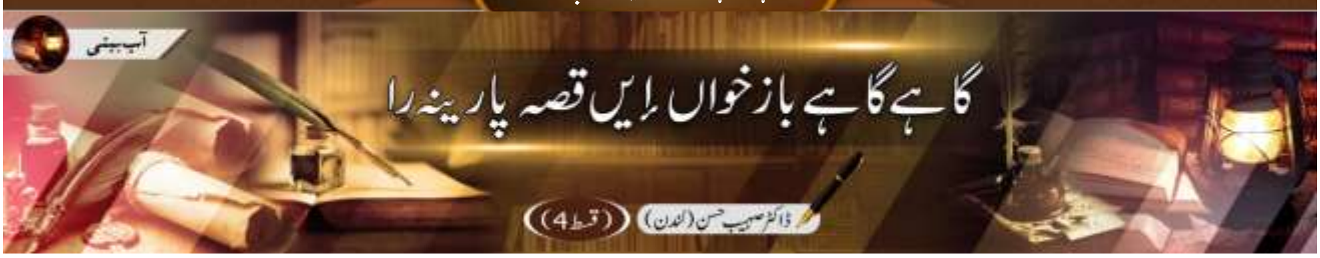
(کتاب المنامات: ص117)

قیاس اور تشبیہ کی مدد سے تعبیر کرنا

مذکورہ اقسام کے علاوہ خالد بن علی العنبری نے اپنی کتاب "آپ کے خواب اور ان کی تعبیر" میں لکھا ہے، کہ کبھی ایک چیز کو دوسری پر قیاس کر کے یا ایک شے کو دوسری کے ساتھ تشبیہ دے کر بھی تعبیر اخذ کی جاتی ہے اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

- آگ کی تعبیر "فتنہ و فساد" کے ساتھ کی جائے گی۔ کیونکہ جس طرح آگ ہر چیز ختم کر دیتی ہے، اسی طرح فتنہ فساد بھی تباہ و برباد کر دیتا ہے۔
- ستاروں کی بھی "علماء" کے ساتھ کی جائے گی۔ کیونکہ ان کے ذریعے اہل زمین کو رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔
- سانپ سے "دشمن یا بدعتی" شخص مراد لیا جائے گا۔
- کتے کی تعبیر "کمزور" لیکن بہت زیادہ شور مچانے والا دشمن ہے۔
- شیر سے مراد "ظالم اور غلبہ" حاصل کرنے والا شخص ہے۔
- لوہے اور ہتھیاروں کی تعبیر "قوت اور فتح و نصرت" کے ساتھ کی جائے گی۔ (آپ کے خواب اور ان کی تعبیر: ص14)

☆☆☆



گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

ڈاکٹر صہیب حسن (لندن) (قسط 4)

8۔القرآن سوسائٹی کا قیام

دعوت و تبلیغ کے لیے میں کونسا راستہ اختیار کروں؟

ہائیڈ پارک کا وہ کونہ بھی دیکھا جہاں ایک اسٹول پر کھڑے ہو کر کوئی بھی شخص جو چاہے کہہ سکتا ہے، یہ اس کی قدرت روانی پر منحصر ہے کہ وہ کتنے لوگوں کے لیے باعث کشش بنتا ہے، لیکن اس کام کے لیے انگریزی میں لسانی اور عوام کی طرف سے تابڑ توڑ چاندماری کا مقابلہ کرنا میری استعداد سے باہر تھا، میں درس و تدریس یا یوں کہیے کہ لوح و قلم کا اسیر تھا، اس لیے ایک لٹریری کام کا رخ کیا۔

نیروبی کا وہ اجلاس مجھے یاد تھا کہ ایک وسیع ہال میں بائبل کے ایک پرچار کی طرف سے ہر کرسی پر Plain Truth رسالے کا ایک پرچہ رکھا ہوا تھا اور پھر اسٹیج پر ہرمرٹ ڈبلیو آرم اسٹرانگ کی ساحرانہ آواز گونجی۔ پادری آرم اسٹرانگ امریکہ کے ایک مشہور مشنری تھے جنہوں نے ورلڈ وائڈ چرچ آف گاڈ کی بنیاد رکھی۔ 1934ء میں اس رسالے کا آغاز کیا، جو ان کی وفات (1986ء) تک جاری رہا اور مسیحیت کی تبلیغ کے ضمن میں ایک بائبل کورس براہ خط و کتابت ان کے پروگرام میں شامل تھا۔

میرے علم میں لاہور کے حافظ نذر محمد کا کورس قرآن براہ خط و کتابت بھی تھا جو خاص طور پر اسیران زندان کو مخاطب کر کے ڈیزائن کیا گیا تھا۔

مارچ 1987ء کی ایک شام ہم 6 حضرات (میرے علاوہ اجمل احمد، سلطان الحسن فاروقی، امیر محمد خان، محمد عثمان شہزادہ اور محمد عبد اللطیف) جمع ہوئے اور القرآن سوسائٹی لندن کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی۔

یہ حضرات میری تحریک پر جمع ہوئے تھے، کام مجھ سے متعلق تھا، ان کی اخلاقی اور ابلاغی مدد مطلوب تھی۔ آغاز میں 2 اہداف سامنے تھے۔ قرآن و سنت سے متعلق ایک کورس براہ خط و کتابت کا اجراء اور بچوں کی دینی تعلیم و تربیت اور سوسائٹی کے انتظامی امور کو نمٹانے کے لیے ایک مناسب جگہ کا حصول۔

اور پھر اس ضمن میں ان دروس کی تحریر کا آغاز ہوا، جن میں قرآن و سنت کی تعلیمات کو تین حصوں میں بیان کیا گیا تھا۔

1۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین سیدنا محمد ﷺ تک تمام انبیاء علیہم السلام کی ان تعلیمات کا بیان جو قرآن کریم میں مذکور ہیں۔

2۔ عقائد یعنی ایمانیات کا شرح و بسط کے ساتھ بیان

3۔ ارکان اسلام یعنی اسلام کے حدود و فرائض کا احادیث کی روشنی میں تفصیلی بیان

ہر حصہ یا فصل کے آخر میں چند سوالات دیے گئے تھے اور طلبہ و قارئین سے ان کے جوابات مطلوب تھے۔

درس اول سے اس سلسلہ کا آغاز ہو گیا۔

میں مواد جمع کرتا، اسے تحریر میں لے کر آتا، ایک دوست اسے ٹائپ رائٹر کی مدد سے کاغذ کی زینت بناتے اور پھر جناب افسر صدیقی کے ٹھ پریس میں اس کی طباعت عمل میں آتی، اجمل احمد کی تعلیمی سرگرمیوں میں رہنمائی حاصل رہتی۔ سلطان الحسن فاروقی خطاط اور گرافک ڈیزائنر تھے۔ جہاں جہاں مفرد عربی حروف لکھنے کی ضرورت پیش آتی، ان کا قلم اپنی جولانیاں دکھاتا۔ امیر محمد خان اکاؤنٹنٹ تھے انہوں نے قرآن سوسائٹی کے حسابات پر نظر رکھی۔

میں خود چونکہ لندن کی ایک جیل میں ہر جمعے مسلم قیدیوں سے ملاقات کی سبیل پیدا کر چکا تھا، اس لیے یہ دروس ان میں تقسیم کیے جاتے۔ جنگ اخبار سے ان کی تشہیر بھی کی گئی اور یوں شائقین جن میں طلبہ، جیلوں کے قیدی اور پھر بیرون ملک خاص طور پر مغربی افریقہ کے ممالک نائیجیریا اور گھانا کے جویان علم شامل تھے، ان دروس سے استفادہ کرتے۔ بیرونی ممالک سے خطوط کے جوابات دیے جاتے۔ دروس کی طباعت اور ترسیل کے اخراجات ان عطیات سے پورے کیے جاتے جو مؤسسین سوسائٹی اور عام محسنین سے اکٹھے کیے جاتے تھے اور پھر یہ سلسلہ دروس بیس اسباق کی شکل میں چند سالوں پر محیط رہنے کے بعد اختتام کو پہنچا۔

قرآن سوسائٹی کی دوسری مطبوعات اور سالانہ سرگرمیوں کی تفصیل پھر سہی، ہم یہاں کویت کے سید عبد العزیز علی المطوع کا ذکر کریں گے جن کے مخیر عطیات کی بنا پر برمنگھم میں مرکزی جمعیت اہلحدیث کی تاریخی بلڈنگ اور قرآن سوسائٹی کے اس مکان کی خرید ممکن ہوئی جس میں جمعیت القرآن کی تعلیمی اور ادارتی سرگرمیاں جاری رہیں۔

9۔سید عبد العزیز علی المطوع

موسم گرما میں لندن دیار عرب کے علماء و فضلا اور سیاح حضرات کا مرکز بن جاتا ہے، یہ غالباً 1978ء ہی کی بات ہے کہ میرا تعارف کویت کی ایک فاضل شخصیت عبد العزیز علی المطوع سے ہوا۔ وہ خود ایک بڑے بزنس مین تھے۔ نظریاتی لحاظ سے الاخوان المسلمون سے قربت رکھتے تھے اور اتنی قربت کہ شروع نوجوانی میں وہ خود اور ان کے برادر خورد عبد اللہ قاہرہ جا کر مؤسس جماعت شیخ حسن البناء سے

ملاقات کر چکے تھے، علمی اعتبار سے قرآن مجید سے بہت شغف رکھتے تھے اور میرے اور ان کے درمیان عمر کے تفاوت کے باوجود یہی وجہ اشتراک رہی۔ ان سے ملاقات ہوئی تو موضوع بحث قرآن مجید کی آیات اور ان میں فکر وتدبر کی راہیں تلاش کرنا ہوتیں۔ انہوں نے مجھے اپنی ایک عربی کتاب بھی ہدیۃً عنایت فرمائی جس میں سورۃ الکھف کو موضوع بحث بنایا گیا تھا۔ ذوالقرنین کی تین مہمات کے بارے میں ان کی رائے منفرد پائی۔

ذوالقرنین کی دوسری مہم ایسے علاقے کی طرف تھی جہاں کے لوگوں اور سورج کے درمیان کوئی آڑ نہ تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ وہ لوگ تھے جو بغیر چھتوں کے گھر تعمیر کیا کرتے تھے اور پھر وہ اس مہم کا لاتینی امریکہ کے بعض علاقوں سے تعلق قائم کرتے تھے اور یہ ان کے مطابق اس دور کی بات ہے جب براعظم امریکہ، افریقہ سے جغرافیائی لحاظ سے مربوط تھا۔

سید عبدالعزیز ایک مخیر اور فیاض شخص تھے۔

لندن آمد کے بعد میں برمنگھم کی مرکزی جمعیت اہلحدیث سے تعارف حاصل کر چکا تھا جس کا قیام میری آمد سے قبل 1975ء میں لایا جا چکا تھا اور اس کی صورت یہ پیدا ہوئی کہ جامعہ مدنیہ کے آخری سال کے دو طالب علم محمود احمد میرپوری اور شریف احمد حافظ، ہمارے ایک دیرینہ استاد محمد الوہاب البناء کے ساتھ ایک دعوتی اور تبلیغی دورے پر برطانیہ آئے ہوئے تھے۔ ان کی تحریک پر مولانا فضل کریم عاصم نے ایک بنگالیوں کی مسجد میں چند احباب کو مدعو کیا اور جمعیت اہلحدیث برطانیہ کی داغ بیل ڈالی گئی۔

جارج آرتھر روڈ پر ایک چھوٹا سا مکان ایک نوجوان کی ملکیت تھا جو اس کے مڈلزبرا منتقل ہونے کی بنا پر خالی ہو چکا تھا۔ اسی مکان میں مولانا فضل کریم عاصم نے بچوں کی تعلیم کا آغاز کیا اور پھر جمعہ جماعت کا بھی اہتمام کیا جانے لگا۔ جمعیت ایک بڑی عمارت کے حصول کے لیے کوشاں رہی۔ ایک دو جگہیں قابل فروخت پائیں جن میں سال ہیتھ کی 'لائبریری اور پبلک باتھ' کی جگہ انتہائی موزوں پائی گئی۔ یہ بلڈنگ کونسل کی ملکیت تھی لیکن جمعیت کے پاس اسے خریدنے کے لیے فنڈز ناکافی تھے۔

میں نے سید عبدالعزیز سے جمعیت کی اس خواہش کا ذکر کیا کہ وہ ایک مسجد اور مرکز کا قیام عمل میں لانا چاہتے ہیں جو قرآن وسنت کی تعلیمات کو ستھرے انداز میں پیش کر سکے۔

ایک دوپہر ہم لندن کے یوسٹن اسٹیشن پر جمع ہوئے۔ سید عبدالعزیز کے ساتھ ان کی بزنس کے مصری مینیجر اور ایک دوست بھی موجود تھے۔ مقصد تھا کہ ہم برمنگھم ٹرین سے سفر کر سکیں۔ مصری مینیجر فرسٹ کلاس کے ٹکٹ لے آئے۔ سید عبدالعزیز بڑے خفا ہوئے، کہا کہ انہیں واپس کرو اور اکانومی کلاس یا عام درجے کے ٹکٹ لے کر آؤ۔ برمنگھم پہنچے، ایک ٹیکسی لے کر جارج آرتھر کے اس مکان کا قصد کیا، جہاں اس وقت جمعیت کے شام کے مدرسہ کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس مکان کی دوسری منزل پر مولانا فضل کریم عاصم بچوں کو قرآن کی تعلیم دے رہے تھے۔ سید عبدالعزیز وہاں کچھ دیر بیٹھے، بچوں کی کلاس کا جائزہ لیا۔ مولانا نے جمعیت کے کام کا تعارف کرایا۔ چائے اور اس کے لوازمات سے ہماری تواضع کی۔ سید عبدالعزیز نے اٹھنے سے قبل جمعیت کے نام 20 ہزار پاؤنڈ کا چیک کاٹا اور مولانا فضل کریم عاصم کے سپرد کر دیا، اس مختصر سی ملاقات کے بعد ہم الٹے پاؤں برمنگھم ریلوے اسٹیشن پہنچے اور واپس لندن کی راہ لی۔ سید عبدالعزیز کے اس خطیر عطیہ میں 4 ہزار پاؤنڈ کے اضافے کے ساتھ کونسل کی مذکورہ وسیع وعریض بلڈنگ کی خرید عمل میں آئی۔

اس عمارت میں تیراکی کے دو گرانڈیل تالاب تھے جو خشک سالی کی بنا پر نہیں بلکہ کونسل کی بے توجہی کی بنا پر خشک ہو گئے تھے۔

دونوں تالابوں کے مابین پبلک باتھ کی قطار تھی اور صدر دروازے سے متصل ایک بڑا ہال لائبریری کے لیے مختص تھا۔ یہ عمارت ایک تاریخی عمارت کی حیثیت رکھتی تھی، جس کی اندرونی ہیئت میں تبدیلی لائی جا سکتی تھی لیکن بیرونی شکل وصورت کو اپنی اصلی حالت میں باقی رکھنا لازم تھا۔ چنانچہ پہلے ایک سومنگ پول کو پاٹ کر ہال کی شکل دی گئی جس میں جمعیت کے سالانہ اجلاس منعقد ہوتے رہے اور پھر دوسرے سومنگ پول کو بھی پاٹ کر اسے قابل استعمال بنایا گیا۔ لائبریری کو آغاز ہی سے مسجد کی شکل دے دی گئی جس کے منبر ومحراب نے تین دہائیوں تک نماز باجماعت قائم کرنے اور قال اللہ و قال الرسول کی صدائیں بلند کرنے کی سعادت حاصل کی اور اب یہ عمارت احباب جمعیت کی پیہم جدوجہد کے نتیجے میں ایک عظیم الشان مسجد اور مدرسے کا روپ دھار چکی ہے۔ چونکہ یہ ایک تاریخی عمارت ہے اس لیے اس کا بیرونی منظر بشمول ٹاور اب بھی ویسے ہی ہے جیسے بوقت خرید تھا۔

عبدالعزیز علی المطوع اور ان کے برادر خورد عبداللہ العلی المطوع ابو بدر دونوں نے اعمال خیر میں سبقت لے جانے کا حق ادا کر دیا۔ مؤخر الذکر جمعیت الاصلاح الاجتماعی (کویت) کے اولین سربراہ تھے، ان کے اور شیخ ابن باز کے درمیان جمعیت الاصلاح کی سرگرمیوں کے بارے میں باہمی مفاہمت پر مشتمل خط وکتابت منظر عام پر آ چکی ہے۔ پچھلے دنوں عبداللہ العلی المطوع کی رحلت (2006ء) کے بارے ایک مضمون پڑھا، جس سے ان دونوں بھائیوں کی اپنے مقصد حیات سے شدید دلچسپی، اپنے کاروبار میں حد درجہ دیانت، سودی معاملات سے مکمل اجتناب، رفاہی اور دعوتی کاموں میں بے نظیر دریا دلی کی وہ خوبصورت اور دل آویز داستان نظر نواز ہوئی، جو ان دونوں بھائیوں کے عظمت کردار اور خلق خدا کی خدمت کی بنا پر ان کی بے انتہا محبوبیت کی غماز ہے، اللہ تعالیٰ ان دونوں بھائیوں کی دینی اور رفاہی خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

میں یہاں یہ اضافہ کرتا چلوں کہ جمعیت کے ریکارڈ کے مطابق اپریل 1979 تک مندرجہ تک مذکورہ

خرید کردہ عمارت کے بارے میں پلاننگ پرمیشن (یعنی عمارت کو مسجد کی حیثیت سے استعمال کرنے کی اجازت) حاصل کرنے کی تگ و دو جاری تھی۔

1979ء کے اواخر میں القرآن سوسائٹی کے لیے جس جگہ کو خریدا گیا، اس کی تفصیل بعد میں ملاحظہ ہو۔

10۔ایک اسیر زندان کی داستان

ہالووے جیل سے میرا مسلمان قیدیوں کے ساتھ ہفتہ وار وزٹ کا آغاز ہوا تھا اور پھر اسلامک کلچرل سنٹر ریجنٹ پارک کے توسط سے لندن کی سب سے بڑی جیل "وارم وُڈ اسکرب" میں رضاکارانہ طور پر ہر جمعے زیارت کا معمول طے پایا، جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے لیے مسلمان قیدیوں کو ایک ہال میں لایا جاتا جہاں خطبہ اور نماز کے ساتھ ساتھ ان کے نجی مسائل پر بھی ہلکی پھلکی گفتگو جاری رہتی۔ اگر کسی قیدی کو اپنی کوٹھڑی سے بوجوہ آنے کی اجازت نہ ملتی یا وہ خود آنے سے قاصر رہتا تو میں خود اس کا حال احوال دریافت کرنے کے لیے اس کے غریب خانہ پہنچ جاتا، جس کی بحیثیت امام مجھے اجازت تھی۔ اکثر ایسا ہوتا کہ مسلم قیدی اپنے ساتھ ایسے غیر مسلم دوستوں کو بھی لے آتے جو اسلامی تعلیمات میں رغبت رکھتے تھے اور پھر اگر وہ اسلام قبول کرنے کی خواہش کا اظہار کرتے تو انہیں مشرف بہ اسلام کرنے کی سعادت بھی حاصل کر لیتا، البتہ جیل کے قواعد کے مطابق اس کی درخواست کو سرکاری طور پر رجسٹرڈ ہونے میں تین مراحل سے گذرنا پڑتا۔ ہر درخواست میں تین خانے تھے۔ پہلے خانے میں اس امام یا پادری کو اپنی موافقت کا اظہار کرنا مطلوب تھا کہ جس کے دین کو درخواست دہندہ خیر آباد کہنا چاہ رہا ہے۔

دوسرے خانے میں جس دین کو وہ قبول کر رہا ہے، اس کے نمائندہ امام یا پادری کو اپنی رضامندی کا اظہار مطلوب تھا اور پھر تیسرے خانہ میں جیل کا رجسٹرار اپنے دستخط ثبت کرتا تھا۔

میں نے اپنی اٹھارہ (18) سالہ (78ء سے 96ء تک) جیل یاترا میں ان بے شمار درخواستوں پر اپنے نوٹ کے ساتھ دستخط کیے ہیں جن کے پیش کرنے والے دائرۂ اسلام میں داخل ہونا چاہتے تھے لیکن اس طویل عرصہ میں صرف ایک ایسی درخواست موصول ہوئی جس کا پیش کرنے والا ایک فلسطینی مسلمان تھا اور جو اسلام چھوڑ کر کیتھولک عیسائیت، میں داخل ہونے کا خواہشمند تھا۔

یہ داستان ہے فہد فلسطینی کی!!

یہ نوجوان عمر قید کا پروانہ لے کر جیل میں وارد ہوا تھا، مجھے اتنا یاد ہے کہ اس نے ایئرپورٹ سے آنے والی اسرائیلی مسافروں سے بھری ہوئی بس کو ایک بم سے اڑانے کی ناکام کوشش کی تھی۔ اس نوجوان کو ہمیشہ دو گارڈز ایک تربیت یافتہ کتے کے ساتھ لے کر آیا کرتے تھے۔

فہد باقاعدہ جمعہ کی نماز کے لیے آیا اور مجھ سے بھی ہم کلام رہتا۔

کچھ عرصہ کے بعد میں نے محسوس کیا کہ وہ جمعے کے لیے نہیں آرہا ہے۔ ساتھی قیدیوں نے بتایا کہ وہ ابھی یہیں ہے، اسے کہیں اور منتقل نہیں کیا گیا۔

پھر ایک دن مجھے وہ درخواست موصول ہوئی جس میں اس نے اسلام چھوڑ کر رومن کیتھولک مذہب اختیار کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا یعنی پہلا خانہ میرے OK کا منتظر تھا۔ میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ یا اللہ! کیا مجھے اس کے ارتداد پر مہر ثبت کرنا ہوگی؟ نہیں! ایسا نہیں ہو سکتا، مجھے اس سے بات کرنا ہوگی۔ چنانچہ میں اگلے جمعہ خصوصی طور پر اس کی جیل کی کوٹھری میں پہنچا۔ وہ مجھے دیکھ کر چونکا۔

میں نے پوچھا کہ آیا واقعی تم نے یہ درخواست دی ہے؟

اس نے کچھ ہچکچاہٹ کے بعد اقرار کیا کہ واقعی اسی نے یہ درخواست دی ہے، ہم کافی دیر بات چیت کرتے رہے، مجھے اندازہ ہوا کہ وہ خوشدلی کے ساتھ یہ قدم نہیں اٹھا رہا بلکہ اسے یہ امید ہے کہ عیسائیت قبول کر لینے کے بعد اس کے جیل سے چھوٹ جانے کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔

میں نے اپنی بات کے اختتام پر اس سے کہا:

فہد! مجھے یہ بتاؤ کہ تم واقعی اس بات پر یقین رکھتے ہو کہ خدا تین ہیں؟

فہد، جھٹ بول اٹھا کہ نہیں! قل ھو اللہ أحد، اللہ الصمد اور پھر چار آیات پر مشتمل پوری سورۃ الاخلاص پڑھ گیا۔

میں نے کہا: الحمد للہ! فہد تم مسلمان ہو اور میں تمہارے خروج از اسلام کا شاہد نہیں بن سکتا، چنانچہ میں نے درخواست کے خانہ اولیٰ میں فہد کے مسلمان رہ جانے کی تصدیق کر دی۔ فہد ایک جیل سے دوسری جیل منتقل ہوتا رہا۔ میرا اس سے تعلق منقطع ہو چکا تھا کہ ایک دن گلاسٹر جیل سے مجھے اس کا خط موصول ہوا۔ اس نے مجھ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا تھا اور اس مقصد کے لیے میری وزٹ کی منظوری بھی حاصل کر لی تھی۔ اور پھر ایک صبح میں نے اپنی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور پیچدار شاہراہوں، مرغزاروں اور دیہی علاقوں کی تنگ سڑکوں سے ہوتا ہوا بالآخر گلاسٹر جیل جا پہنچا، یہ جیل کچھ زیادہ سہولیات کی بنا پر اوپن جیل کہلاتی تھی، یعنی فہد اور میری ملاقات جیل کے ریسٹوران میں ہوئی جہاں ہم دونوں ایک میز پر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

فہد نے بتایا کہ اس کے ملک بدر کیے جانے کی ایک صورت پیدا ہو چکی اور وہ اس شرط پر کہ کوئی مسلم ملک اسے قبول کر لینے پر آمادہ ہو جہاں اسے بھیجا جا سکے۔ میں اس ضمن میں اپنی بے بضاعتی کو خوب جانتا تھا اس لیے اس کی خدمت میں نیک خواہشات اور دلی ہمدردیوں کا ایک گل دستہ نذر کر کے واپس ہو لیا۔ یہ میری اس کے ساتھ آخری ملاقات تھی۔ میری دعا ہے کہ وہ جہاں بھی ہو خیر و عافیت کے ساتھ ہو۔

☆☆☆



اللہ کی خاطر محبت سے مراد یہ ہے کہ کسی اور سے محبت کی وجہ اللہ سے محبت ہی ہو، مثال کے طور پر انبیاء، خلفاء، اولیاء، صلحاء اور شہداء وغیرہ سے محبت اللہ کی خاطر ہونی چاہیے۔

اللہ کی خاطر محبت کا تعلق در اصل کمال ایمان۔

(الروح في الكلام على ارواح الأموات والأحياء بالدلائل من الكتاب والسنة لابن القيم فصل و الفرق بين الحب في الله)

اور اِتمام توحید سے ہے۔ (القول المفید علی شرح کتاب التوحید باب تفسیر التوحید۔۔۔)

اگر کسی نے ایسی شے سے محبت کی جس سے اللہ نے کراہت کی ہو، یا ایسی چیز سے کراہت کی جس سے اللہ نے محبت کی ہو، تو اس کی توحید اور کلمے کی صداقت مکمل نہیں ہوئی، بلکہ اللہ کی پسندیدہ چیزوں سے کراہت اور ناپسندیدہ چیزوں سے محبت جس قدر ہو گی اسی قدر اس میں شرک ہی پایا جاتا ہے۔ (المحبة في الله لأم الليث الأمعائش اس قول کو شترمہ نے امام ابن رجب ﷫ علی کی جانب منسوب کیا لیکن مجھے یہ قول ان کی کتابوں میں نہیں ملا۔)

امام ابن قیم ﷫ نے فرمایا کہ

"اللہ کی خاطر محبت اور اللہ کے ساتھ (شرکیہ) محبت کے درمیان فرق سے ہر کوئی واقف رہنا انتہائی ضروری ہے، کیوں کہ اللہ کی خاطر محبت کمال ایمان ہے، جب کہ اللہ کے ساتھ (شرکیہ) محبت عین شرک ہے۔" (الروح في الكلام على أرواح الأموات والأحياء بالدلائل من الكتاب والسنة لابن القيم فصل والفرق بين الحب في الله)

مزید فرمایا کہ

"جس نے اللہ کے علاوہ کسی اور سے محبت کی، جب کہ اس سے اس کی محبت اللہ کی خاطر ہے نہ کسی ایسے کام کے لیے ہے، جو اس کی اطاعت کے لیے مدد گار ثابت ہو، تو ایسی صورت میں اسے قیامت سے پہلے دنیا ہی میں سزا دے دی جاتی ہے۔" (إغاثة اللفهان من مصايد الشيطان الباب السادس في أنه لا سعادة)

اور روز قیامت ایسی (محبت یا) جگری دوستی دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی۔ (سورۃ الزخرف:67)

اسی لیے اہل ایمان کو چاہیے کہ

« فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ»

"نبی کریم ﷺ، سیدنا ابو بکر ؓ اور سیدنا عمر ؓ سے محبت رکھتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اس محبت کی وجہ سے میں ان کے ساتھ ہوں گا اگر چہ میں نے ان جیسے عمل نہیں کیے۔" (صحیح بخاری:3688)

بعض اہل علم نے کہا کہ "نبی ﷺ اور بالخصوص سیدنا ابو بکر ؓ کے درمیان محبت اور انصار و مہاجرین کے درمیان محبت اللہ کی خاطر محبت کی سب سے اعلیٰ ترین مثالیں ہیں۔"

(بعض اہل علم نے اللہ کی خاطر محبت کی کچھ علامتیں بیان کی ہیں:

1۔ کسی کے احسان کی وجہ سے اضافہ نہ ہو اور کسی کی بے رخی کی وجہ سے کم نہ ہو

2۔ (جائز حدود میں) موافق رہے مخالف نہ رہے۔

3۔ حسد نہ کرے

4۔ اپنے لیے جو پسند کرے وہ اپنے بھائی کے لیے بھی پسند کرے۔

5۔ اطاعت سے بڑھے اور معصیت سے گھٹے۔ (المحبة في الله لأم الليث /لأم عائش مع)

بعض افراد کو شبہ ہو سکتا ہے کہ

محبت تو اللہ سے یا اللہ کی خاطر ہونی چاہیے، لیکن نبی کریم ﷺ نے ابو طالب سے کس طرح محبت کی؟

اہل علم نے کہا کہ وہ محبت رشتہ داروں کے درمیان پائی جانے والی ایسی فطری محبت تھی جو ایمان سے نہیں ٹکراتی ہے، یا نبی ﷺ ابو طالب سے نہیں، بلکہ ان کے ہدایت یافتہ ہو جانے سے محبت کیا کرتے تھے، اسی لیے بار بار ان پر کلمہ توحید پیش کیا کرتے تھے۔

☆اللہ کی خاطر محبت کے فوائد

علمائے اللہ کی خاطر محبت کے کچھ دنیوی و اخروی فائدے بیان کیے ہیں جن میں سے بعض مندرجہ ذیل

محبت تو اللہ سے یا اللہ کی خاطر ہونی چاہیے، لیکن نبی کریم ﷺ نے ابو طالب سے کس طرح محبت کی؟
اہل علم نے کہا کہ وہ محبت رشتہ داروں کے درمیان پائی جانے والی ایسی فطری محبت تھی جو ایمان سے نہیں ٹکراتی ہے، یا نبی ﷺ ابو طالب سے نہیں، بلکہ ان کے ہدایت یافتہ ہو جانے سے محبت کیا کرتے تھے، اسی لیے بار بار ان پر کلمہ توحید پیش کیا کرتے تھے۔

ہیں:

1۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت لازماً حاصل ہو گی۔

2۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ تکریم کرے گا۔

3۔روز قیامت عرش کا سایہ نصیب ہو گا۔

4۔ایمان کی مٹھاس ملے گی۔

5۔ایمان مکمل ہو گا۔

6۔جنت نصیب ہو گی۔

7۔روز قیامت اللہ سے قریب ترین رہیں گے۔

8۔روز قیامت نور اور موتیوں کے منبر دیے جائیں گے۔

9۔روز قیامت ان پر انبیاء وشہدا رشک کریں گے۔

10۔اللہ کی ولایت ملے گی۔

11۔خوف وغم لاحق نہیں ہو گا۔وغیرہ۔

(المحبة فی الله لأم اللیث / لأم عائش، مع (http://www.saaid.net/minute/m54.htm

☆فطری محبت

فطری، طبعی، یا مباح محبت کی مثال جیسے والدین، اولاد، بیوی، کھانا، پانی، لباس، سواری اور گھر وغیرہ سے انسان فطرتاً محبت کرتا ہے۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

« حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ الدُّنْيَا النِّسَاءُ وَالطِّيبُ »

”دنیا سے میرے نزدیک عورتیں اور خوشبو پسندیدہ بنا دی گئی ہے۔“(سنن نسائی:3939)

اور جب پوچھا گیا کہ

«أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ فَقُلْتُ مِنْ الرِّجَالِ فَقَالَ أَبُوهَا» (صحیح بخاری:3662)

تمام لوگوں میں آپ کے نزدیک سب سے محبوب کون ہے؟ تو فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) پھر دریافت کیا گیا کہ مردوں میں؟ تو فرمایا: ان کے والد (ابو بکر رضی اللہ عنہ)۔

لیکن فطری محبت جائز ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت پر غالب نہ آئے، ورنہ عذاب آنے کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔(سورۃ التوبہ: 24؛ سورۃ المجادلہ: 22؛ سورۃ النور: 37؛ سورۃ المنافقون: 9؛ صحیح بخاری: 6632)

علامہ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

”اگر کسی نے فطری محبت کے ساتھ ثواب کی نیت کی اان سے عبادات میں مدد لینے کی نیت کی تو فطری محبت بھی ایک عبادت بن جائے گی۔“(القول المفيد على كتاب التوحيد، باب قول الله ومن الناس...)

الحمدللہ کہنے پر 30 سال تک استغفار

علامہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: میں 30 برس سے الحمدللہ کہنے پر استغفار کر رہا ہوں۔ پوچھا گیا: وہ کیوں؟ فرمایا: بغداد میں آگ لگ گئی تھی تو ایک شخص نے مجھے اطلاع دی کہ آپ کی دکان بچ گئی؛ میں نے کہا: الحمدللہ، اس بات کو تیس سال ہو گئے اور اس وقت سے نادم ہوں کہ میں نے اپنے لیے مسلمانوں سے بہتر چیز کی خواہش کی!

☆☆☆

ہاتھ کا نہیں، دل کا مال نقصان دہ ہے

جب مال تمہارے ہاتھ میں ہو، دل میں نہ ہو تو چنداں ضرر رساں نہیں، خواہ کتنا ہی زیادہ ہو؛ اور جب دل میں ہو تو باعث نقصان ہے، چاہے ہاتھ میں ایک پیسا بھی نہ ہو۔

(امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ، مدارج السالکین: 1/463)

بعض لوگوں کی طبع، خنزیر کی طبع پر ہوتی ہے

حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن النَّاس من طبعه طبع خنزير: يمرُّ بالطَّيِّبات فلا يلوي عليها، فإذا قام الإنسان عن رجيعه قَمَّه وهكذا كثير من النَّاس، يسمع منك، ويرى من المحاسن أضعاف أضعاف المساوئ، فلا يحفظها، ولا ينقلها، ولا تناسبه، فإذا رأى سقطة، أو كلمة عَوْراء، وجد بغيته، وما يناسبها، فجعلها فاكهته ونقله.

(مدارج السالكين: 406/1)

”وہ پاکیزہ چیزوں کے پاس سے گزرتا ہے اور ان کی طرف مطلق توجہ نہیں کرتا؛ جب انسان پاخانہ کر کے اٹھتا ہے تو وہ اس پر منہ مارتا ہے۔ بہت سے لوگوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے؛ وہ آپ کے محاسن سنتے اور دیکھتے ہیں جو خامیوں سے کئی گنا زیادہ ہوتے ہیں لیکن وہ انھیں یاد رکھتے ہیں، نہ انھیں کہیں بیان کرتے ہیں اور نہ وہ اوصاف ان کے مزاج کے موافق ہی ہوتے ہیں۔ بہ خلاف ازیں جب وہ کوئی لغزش دیکھتے یا نامناسب بات سنتے ہیں تو گویا انھیں اپنی من پسند شے مل جاتی ہے اور وہی ان کی افتادِ طبع سے مناسبت بھی رکھتی ہے؛ پس وہ اسے اپنی لطف اندوزی کا ذریعہ بنا لیتے اور اسی کو نقل کرتے رہتے ہیں۔“



مرکزی جمعیت اہلحدیث کے قدیم رکن، نیوکاسل مرکزی مسجد کے مؤسس اور شمالی انگلستان کی ہر دل عزیز شخصیت حاجی محمد مصطفی صاحب 3/ اکتوبر کی صبح وفات پاگئے۔

موصوف تلاش معاش میں برطانیہ پہنچنے والے ابتدائی پاکستانی لوگوں میں سے تھے، یہاں پہنچ کر معمولی نوعیت کی ملازمت سے اپنے کیریئر کا آغاز کیا۔ علاقہ میں بس ڈرائیو تھے، پھر ذاتی کاروبار کی طرف توجہ دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے کاروبار میں خوب برکت عطا فرمائی۔ مزاج دینی تھا، متدین لوگوں کے ساتھ ہی تعلقات قائم کیے رکھے، تبلیغی جماعت سے وابستہ احباب دین پسندوں کو اپنے حلقہ میں کھینچ لے جاتے۔ 60 کی دہائی میں حاجی صاحب کی دینی محبت انہیں بھی تبلیغی حلقات میں لے گئی۔ یہاں بزرگوں اور بڑوں کی باتیں سننے کا عام رواج ہے، سوالات کرنے یا اپنی معلومات سنانے یا کسی مسئلہ میں اختلاف رائے رکھنے کی گنجائش نہیں ہوتی، جلد ہی حاجی صاحب اور تبلیغی احباب کو اندازہ ہو گیا کہ وہ اس بزم کے اجنبی ممبر ہیں، پھر انہوں نے اپنی دینی پیاس بجھانے کے لیے اپنے علاقہ میں قائم طلبہ کے حلقہ کو غنیمت سمجھا، نیوکاسل یونیورسٹی سے متصل ایک جگہ طلبہ نے مختص کر رکھی تھی۔ "الدار الرعایۃ" جہاں جمعہ اور دینی حلقات منعقد ہوتے تھے۔ طلبہ کے علاوہ قرب وجوار کے متلاشیان حق بھی شریک ہوتے، لیکن یہ سلسلہ بھی زیادہ دیر چل نہیں سکا، کیونکہ اس مجلس کے بیشتر شرکاء نوجوان طلبہ تھے اگرچہ کہ دوسروں کی شرکت پر پابندی نہیں تھی لیکن ہم نشینی کے لیے ہم سنی بھی اہمیت رکھتی ہے اور پھر متزاد یہ کہ یونیورسٹی کا اپنا ماحول ہوتا ہے، اس حلقہ سے جڑے اکثر طلبہ عرب تھے جن کی اپنی شخصی وابستگیاں اور علاقائی سیاسی مسائل کار خیر میں رکاوٹ بنتے نظر آئے۔ یہ اور بات ہے کہ حاجی صاحب کا یہاں احترام تھا، ان کی طبیعت کی فیاضی اور ظرافت کی قدر تھی، پھر اس راہ کے مسافر نے اپنی منزل خود ہی متعین کر لی اور مرکزی جمعیت اہلحدیث جس کے ساتھ پہلے سے وہ وابستہ تھے، اس کے اشتراک سے خود اپنی ہی مسجد بنانے کی ٹھانی، جو ان کی نگرانی میں چلے اور اس کے دروازے بلا تفریق مسلک کے تمام کے لیے کھلے رہیں۔ تلاش بسیار کے بعد موجودہ جگہ کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس عمارت کو جو دراصل شعبۂ ہیلتھ کے زیر استعمال تھی، حاصل کرنے کے لیے فوری مالیہ کی ضرورت تھی، اس کا بڑا حصہ حاجی صاحب نے فراہم کر دیا، یوں ان کے دیرینہ خواب کا ایک حصہ پورا ہوا اور دوسرا حصہ یہ تھا کہ اس عمارت کو ایک اسلامی مرکز کے طور پر شایان شان تعمیر کیا جائے، جلد ہی ضروری ترمیم کے بعد اس کا ایک ہال عارضی طور پر مسجد کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔ اخلاص کے ساتھ جب نگاہ بلند اور سخن دلنواز ہو تو راہیں کھلتی جاتی ہیں۔ اس عارضی سنٹر میں امام مسجد حرام فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد الرحمٰن السدیس حفظہ اللہ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا، امام محترم مرکزی جمعیت اہلحدیث برطانیہ کی دعوت پر انگلستان تشریف لے آئے تو اس دورہ میں نیوکاسل کو بھی شامل کیا گیا۔ امام حرم کے دیدار کے لیے عقیدت مندوں کا ہجوم ایسے امنڈ پڑا کہ مسجد اور اس کے اطراف کا پارک تنگی داماں کا شکوہ کرنے لگا۔ امام صاحب جوں ہی مسجد پہنچے حاجی صاحب کی حالت دیگر گوں ہو گئی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ساتھ کھڑے لوگوں نے انہیں سنبھالا کہ یہ رونے کا نہیں مسرت وانبساط کا وقت ہے لیکن ان کے جذبات کا عالم کچھ اور ہی تھا کہ اللہ کی شان کہ وہ اپنے جس بندہ

"الدار الرعایۃ" جہاں جمعہ اور دینی حلقات منعقد ہوتے تھے۔ طلبہ کے علاوہ قرب وجوار کے متلاشیان حق بھی شریک ہوتے، لیکن یہ سلسلہ بھی زیادہ دیر چل نہیں سکا، کیونکہ اس مجلس کے بیشتر شرکاء نوجوان طلبہ تھے اگرچہ کہ دوسروں کی شرکت پر پابندی نہیں تھی لیکن ہم نشینی کے لیے ہم سنی بھی اہمیت رکھتی ہے اور پھر متزاد یہ کہ یونیورسٹی کا اپنا ماحول ہوتا ہے، اس حلقہ سے جڑے اکثر طلبہ عرب تھے جن کی اپنی شخصی وابستگیاں اور علاقائی سیاسی مسائل کار خیر میں رکاوٹ بنتے نظر آئے۔ یہ اور بات ہے کہ حاجی صاحب کا یہاں احترام تھا، ان کی طبیعت کی فیاضی اور ظرافت کی قدر تھی، پھر اس راہ کے مسافر نے اپنی منزل خود ہی متعین کر لی اور مرکزی جمعیت اہلحدیث جس کے ساتھ پہلے سے وہ وابستہ تھے، اس کے اشتراک سے خود اپنی ہی مسجد بنانے کی ٹھانی، جو ان کی نگرانی میں چلے اور اس کے دروازے بلا تفریق مسلک کے تمام کے لیے کھلے رہیں۔

کو چاہے ذرہ سے آفتاب بنا دے، میں کیا اور میری حیثیت کیا، لیکن آج وہ ہستی یہاں پہنچی جسے دیکھنے کے لیے لاکھوں عوام ترستے ہیں۔

وہ آئے گھر کو ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

نماز اور وعظ سے فارغ ہو کر ان کے ہی دولت کدہ پر عشائیہ کا اہتمام تھا، علاقہ کے وسیع پارک اور سبزہ زاروں نے عرب کے تپتے صحراؤں سے آنے والے مہمان گرامی کو کچھ ایسے متاثر کیا کہ امام محترم نے 2 دن یہیں قیام کرنے کو ترجیح دی۔ ائمہ حرمین کے ساتھ لوگوں کی والہانہ عقیدت بسا اوقات خود ان کے لیے پریشان کن ثابت ہوتی ہے کہ وہ جدھر چلے عقیدت مندوں کا ہجوم امنڈ پڑتا ہے وہ بھی چاہتے ہیں کہ کچھ دیر تنہائی میسر آئے کہیں ٹھنڈی چھاؤں میں سکون کا سانس لے سکیں۔ ان بیتے 2 دنوں کے متعلق حاجی صاحب سمجھتے تھے کہ یہ ان کی زندگی کی متاع عزیز ہے، جو امام صاحب کے ساتھ بیتے۔

سعودی عرب کی ایک اہم علمی شخصیت ڈاکٹر شیخ محمد بن احمد الصالح پروفیسر امام محمد بن سعود ریاض یونیورسٹی جو گرمائی چھٹیوں میں برطانیہ تشریف لایا کرتے ہیں اور کچھ دن یہاں قیام پذیر ہوتے وہ حاجی صاحب کے بڑے قدر دان ہیں، انہیں امیر المؤمنین فی نیو کاسل کہہ کر مخاطب کرتے۔ علاقہ میں موجود عرب طلبہ بھی اسی لقب سے خطاب کرنے لگے، حاجی صاحب کی باغ و بہار طبیعت اور کاروباری امانت و دیانت گرد و نواح کے بہت سے گاہکوں کو آپ کی دوکان ”اورنٹیل فوڈ اسٹور“ کی طرف کھینچ لاتی، وہ اس دوکان سے خریداری کو سعادت اور برکت تصور کرتے، ایک مرتبہ ایک عربی شخص شاید نو وارد تھا، دوکان پر آیا، اپنی ضرورت کی اشیاء خورد و نوش کے ساتھ آموں کا ایک بکس بھی لیا، یہاں ہند و پاک سے آم لکڑی کے بکس میں آتے ہیں۔ حاجی صاحب غلہ پر حساب کر رہے تھے، اچانک اس سے پوچھا کہ واقعی تم عرب ہو، نو وارد اس سوال پر سنجیدہ ہو گیا اور اپنا نسب اور جغرافیائی پس منظر بیان کرنے لگا۔ حاجی صاحب کو کچھ دیر سنتے رہے، وہ سمجھ نہیں سکا کہ دوکان پر اس سوال کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اس نے استفسار کیا۔ حاجی صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں کہا کہ اگر تم واقعی عرب ہوتے تو اتنے عمدہ پاکستانی آموں کا ایک بکس نہ اٹھاتے کم از کم دو بکس لیتے، اس پر وہ بھی خوب محظوظ ہوا کہ دو نہیں مجھے تین دیجیے لیکن میری عربیت پر شک نہ کیجیے۔

ایک مرتبہ حاجی صاحب اپنے ڈاکٹر جی پی کے پاس گئے، تشخیص کے بعد جب وہ دوا تجویز کر کے چٹھی لکھنے لگا اس وقت مریض خاموش ہوتا ہے کہ ڈاکٹر یکسوئی کے ساتھ اپنا کام کر سکے۔ حاجی صاحب نے اس سکوت کو توڑتے ہوئے ڈاکٹر سے کہا کہ آپ پڑھے لکھے دکھائی دیتے ہیں۔

ایک مرتبہ حاجی صاحب اپنے ڈاکٹر جی پی کے پاس گئے، تشخیص کے بعد جب وہ دوا تجویز کر کے چٹھی لکھنے لگا اس وقت مریض خاموش ہوتا ہے کہ ڈاکٹر یکسوئی کے ساتھ اپنا کام کر سکے۔ حاجی صاحب نے اس سکوت کو توڑتے ہوئے ڈاکٹر سے کہا کہ آپ پڑھے لکھے دکھائی دیتے ہیں۔ اس غیر متوقع سنجیدہ فقرہ پر ڈاکٹر متوجہ ہو کر کہنے لگا، کیا ڈاکٹر ان پڑھ ہوتا ہے، حاجی صاحب نے کہا کہ میرے والد بھی مجھے ڈاکٹر ہی بنانا چاہتے تھے لیکن ---- تو لیکن کیا ہوا؟ حاجی صاحب نے کہا کہ میری ایک مشکل تھی وہ یہ کہ میں ہر سال کامیاب ہوتا رہا ورنہ میں بھی ڈاکٹر بن جاتا۔ وہ اس طرح کے شگوفوں سے محفل کو جگائے رکھتے۔

عارضی مسجد اور بوسیدہ قدیم عمارت گرا کر نئی مسجد اور اسلامی مرکز بنانے کا جامع منصوبہ بنایا گیا، یہ ان کا اصل خواب تھا جو جدید سہولتوں سے متصف ہو، مختلف قانونی تقاضوں سے گزر کر اس کا پہلا حصہ مرکزی مسجد کی تعمیر کا کام تقریباً تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ یہ جگہ اگرچہ کہ تقریباً 3 لاکھ پاؤنڈ میں خریدی گئی تھی لیکن مسجد کی تعمیر پر 4 ملین پاؤنڈ سے زیادہ خرچ ہو چکا ہے۔ مسجد کا کام اختتامی مراحل میں ہے جبکہ مرکز کے دیگر شعبوں کا کام باقی ہے، ابھی سے یہ نیو کاسل شہر کی مرکزی مسجد کے طور پر مشہور ہو چکی ہے، مختلف مذہبی، سماجی اور سیاسی شخصیات کی آمد و رفت جاری رہتی ہے۔

امام مولانا عبد الباسط عمری جنہیں حاجی صاحب بہت عزیز رکھتے تھے، وہی اس پروجیکٹ کے اور یہاں جاری دعوتی اور تعلیمی سرگرمیوں کے نگران ہیں۔ فعال اراکین کی مخلص ٹیم کے ساتھ اس اہم پروجیکٹ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں سرگرم عمل ہیں، حاجی صاحب کا اعتماد بھی ان ہی پر تھا جب تک ان کی صحت ٹھیک رہی وہ پابندی سے یہیں نمازیں ادا کرتے اور پودے کو تناور درخت بنتے دیکھ کر بڑے خوش ہوتے لیکن پیرانہ سالی کے تقاضے ایک ایک کر کے غالب آتے گئے، پھر راہ حق کا یہ سپاہی بوڑھاپے کی وجہ سے گوشہ نشین ہو گیا۔ ایک عرصہ بیماری اور عزلت میں گزارا، بالآخر 3/اکتوبر 2021ء کی صبح نیو کاسل کی باغ و بہار شخصیت کا 90 برس کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ دوسرے دن زیر تکمیل مسجد کے صحن میں مولانا عبد الباسط نے نماز جنازہ ادا کر کے گویا مسجد کا افتتاح کیا۔

اللہ عزوجل حاجی صاحب کے حق میں اس مرکز کو صدقہ جاریہ اور علاقہ کے لیے رشد و ہدایت کا مینار بنا دے۔ اللہ ان کی حسنات قبول کرے اور سیئات سے عفو و درگزر کا معاملہ فرمائے۔ آمین

سیرۃ و سوانح

رسول اللہ ﷺ کا ہنسنا، مسکرانا اور مزاح فرمانا

ڈاکٹر عبدالرب ثاقب، ڈڈلی

(قسط 50)

سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا سے یہ سن کر کے اس نے آپ ﷺ کا پیشاب پی لیا ہے، آپ ﷺ ہنس پڑے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی داڑھیں نظر آنے لگیں!

سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات نبی اکرم ﷺ مٹی کی برتن کے پاس اٹھ کر تشریف لائے اور اس میں پیشاب کیا۔ اسی رات میں اٹھی اور مجھے پیاس لگی ہوئی تھی، میں نے جو اس میں تھا پی لیا، جب صبح ہوئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”خبر دار! تم آج کے بعد کبھی اپنے پیٹ میں بیماری نہ پاؤ گی۔“(مستدرک حاکم:4/63،64)

فضیلۃ الشیخ صالح المنجد رقمطراز ہیں کہ

”اس کی سند ضعیف ہے، اس لیے کہ اس میں دو علتیں ہیں، پہلی علت یہ ہے کہ نبیح العنزی اور ام ایمن کے درمیان انقطاع ہے! یعنی ان کی آپس میں ملاقات ثابت نہیں ہے۔“

دوسری علت یہ ہے کہ

ابو مالک النخعی جس کا نام عبد الملک بن حسین ہے، اس کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے کہا کہ

وہ متروک ہے، امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ ضعیف الحدیث ہے، عمرو بن علی نے کہا کہ وہ ضعیف اور منکر الحدیث ہے، امام نسائی رحمہ اللہ کی الضعفاء اور متروکین ملاحظہ کریں۔

ابن ابی حاتم کی الجرح والتعدیل اور امام ابن حجر رحمہ اللہ کی تہذیب التہذیب ملاحظہ کریں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ

ابو مالک ضعیف ہے اور نبیح کی ام ایمن سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔ (التلخیص الجبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر:1/171)

ابو مالک النخعی دوسرے طریق سے یعلی بن عطا سے روایت کرتے ہیں، وہ ابوالیدین عبد الرحمٰن سے وہ ام ایمن سے روایت کرتے ہیں، دار قطنی نے کہا کہ ابو مالک ضعیف ہے۔

اور اس حدیث میں جو اضطراب ہے وہ اسی راوی کی وجہ سے ہے۔(العلل للدار قطنی:15/415)

دوسری حدیث برکۃ ام یوسف کے نبی ﷺ کے پیشاب کے پینے کے بارے میں، یہ حدیث ابن جریج کے طریق سے ہے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے حکیمہ بنت اُمیمہ بنت رُقیقہ حدیث بیان کی، اپنی ماں سے کہ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ ایک لکڑی کے برتن میں پیشاب کرتے تھے، پھر وہ آپکی چارپائی کے نیچے رکھ دیا جاتا، آپ نے اس میں پیشاب کیا، پھر آپ دوبارہ اس برتن کے پاس آئے، مگر اس میں کچھ نہیں تھا، آپ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا:

” جس کو برکۃ کیا جاتا تھا، جو سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھی اور جو حبشہ سے یہاں آئی تھی (پیشاب جو اس برتن میں تھا وہ کہاں ہے؟) تو اس عورت نے کہا کہ میں نے اسے پی لیا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

«لَقَدِ احْتَظَرْتِ مِنَ النَّارِ بِحِظَارٍ»

تو نے آگ سے بچاؤ حاصل کر لیا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے السنن الکبریٰ (7/67) ہیں، الطبرانی نے الکبیر (24/189) میں روایت کیا ہے۔

حکیمہ بنت اُمیمہ کو نہ جاننے کے سبب یہ ضعیف حدیث ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال (1/587) میں کہا ہے کہ یہ غیر معروف ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب التہذیب (ص 745) میں کہا کہ حکیمہ بنت امیمہ نامعلوم ہے۔

دراصل نبی ﷺ کا پیشاب دیگر انسانوں کے پیشاب کی طرح ہے، اس کے پاک ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے اور آپ ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ پیشاب اور قضائے حاجت کے بعد استنجا فرماتے تھے، اگر وہ پاک ہوتے تو آپ ﷺ استنجا کیوں فرماتے؟ اور کسی نے آپ ﷺ کا پیشاب پیا ہے، اس پر کوئی روایت صحیح نہیں ہے بلکہ ساری ضعیف روایات ہیں اور اگر کوئی روایت صحیح بھی ہو جائے تو وہ دلیل نہیں بن سکتی ہے کیونکہ اس نے عمداً پیشاب سمجھ کر نہیں بلکہ غلطی سے پانی سمجھ کر پیا ہے۔

دراصل نبی ﷺ کا پیشاب دیگر انسانوں کے پیشاب کی طرح ہے، اسکے پاک ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے اور آپ ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ پیشاب اور قضائے حاجت کے بعد استنجا فرماتے تھے، اگر وہ پاک ہوتے تو آپ ﷺ استنجا کیوں فرماتے؟ اور کسی نے آپ ﷺ کا پیشاب پیا ہے، اس پر کوئی روایت صحیح نہیں ہے بلکہ ساری ضعیف روایات ہیں اور اگر کوئی روایت صحیح بھی ہو جائے تو وہ دلیل نہیں بن سکتی ہے کیونکہ اس نے عمداً پیشاب سمجھ کر نہیں بلکہ غلطی سے پانی سمجھ کر پیا

نبی ﷺ کی تخلیق باقی انسانوں جیسی ہے، جیسا کہ اللہ

تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ (سورۃ الکہف:110)

"اعلان کر دیجیے کہ میں تم جیسا ہی ایک انسان ہوں۔"

اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ

« إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ، فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي» (صحیح مسلم:572)

"بے شک میں تم جیسا انسان ہوں، میں تم جیسے بھول جاتا ہوں جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلا دو۔"

نے ارشاد فرمایا:

«يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي»

"اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا ہے۔" (صحیح مسلم:738)

جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"صفیں درست رکھو کیونکہ میں اپنی پیٹھ پیچھے سے دیکھتا ہوں۔" (صحیح بخاری:686؛ صحیح مسلم:425)

رسول اکرم ﷺ کا ایک صحابیہ سے مزاح

ایک مرتبہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور اپنے شوہر کا تذکرہ آپ ﷺ سے کرنے لگی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اچھا تیرا شوہر وہی ہے جس کی آنکھ میں سفیدی ہے، وہ آپ ﷺ کے مزاح کو نہ سمجھ سکی، فوراً بولی نہیں، اللہ کے رسول ﷺ! میرے خاوند کی آنکھیں تو بے داغ ہیں۔ اس صحابیہ کو یہ خیال ہی نہ آیا کہ ہر شخص کی آنکھ کا ایک حصہ سفید ہوتا ہے۔

اور آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق:

« إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَرْضَى كَمَا يَرْضَى الْبَشَرُ وَأَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ فَأَيُّمَا أَحَدٍ دَعَوْتُ عَلَيْهِ مِنْ أُمَّتِي بِدَعْوَةٍ لَيْسَ لَهَا بِأَهْلٍ أَنْ يَجْعَلَهَا لَهُ طَهُورًا وَزَكَاةً وَقُرْبَةً يُقَرِّبُهُ بِهَا مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

"بے شک میں انسان ہوں میں اسی طرح خوش ہوتا ہوں جیسا کہ کوئی انسان خوش ہوتا ہے اور غصہ ہوتا ہوں جیسا کہ کوئی انسان غصہ میں آتا ہے، اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو بد دعا دوں جس بد دعا کا وہ مستحق نہیں تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے پاکیزہ اور مقرب بنادے گا۔" (صحیح مسلم:2603)

اگر دوسرے لوگوں کے برخلاف آپ ﷺ کو کسی خصوصیت پر یا اللہ نے آپ کو دوسرے لوگوں کے برخلاف عزت عطا فرمائی ہے تو دلیل کی بنا پر اس بات کو ماننا پڑے گا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ

ایک مرتبہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور اپنے شوہر کا تذکرہ آپ ﷺ سے کرنے لگی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اچھا تیرا شوہر وہی ہے جس کی آنکھ میں سفیدی ہے، وہ آپ ﷺ کے مزاح کو نہ سمجھ سکی، فوراً بولی نہیں، اللہ کے رسول ﷺ! میرے خاوند کی آنکھیں تو بے داغ ہیں۔ اس صحابیہ کو یہ خیال ہی نہ آیا کہ ہر شخص کی آنکھ کا ایک حصہ سفید ہوتا ہے۔

ایک رویت میں ہے کہ

وہ عورت گھر جا کر اپنے شوہر کی آنکھوں میں تاک جھانک کر رہی تھی، شوہر نے کہا: کیا خیریت تو ہے نا! کیوں، میری آنکھوں میں اس طرح دیکھ رہی ہو؟ اس نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "تمہاری آنکھوں میں سفیدی ہے! شوہر نے کہا کہ آپ ﷺ نے صحیح فرمایا ہے، ہر شخص کی آنکھوں میں سیاہی سے زیادہ سفیدی ہے۔"

(قال العراقی فی تخریج الاحیاء:1680/4)

جس نے بھی سلف کی مخالفت کی وہ گمراہ ہوا

علامہ دکتور محمد بن سعید رسلان حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

"من خالف السلف ضل، كل من خالف السلف لا بد أن يضل، لأن العصمة في الكتاب والسنة، والكتاب والسنة لا تفهم نصوصهما إلا من طريق سلفنا من الصحابة ومن تبعهم بإحسان فمن اعتمد على عقله ضل لأن العقل ليس بمعصوم والعقول متفاوته."

"جس نے سلف صالحین کی مخالفت کی گمراہ ہو گیا، جس نے بھی سلف کی مخالفت کی وہ ضرور گمراہ ہو گا کیونکہ عصمت صرف کتاب سنت میں ہے اور کتاب و سنت کی نصوص کو ہمارے سلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کی نیکی میں پیروی کرنے والوں کے راستے کے ذریعے ہی سمجھا جا سکتا ہے، جس نے اپنی عقل پر اعتماد کیا گمراہ ہو گیا کیونکہ عقل معصوم نہیں اور عقول متفاوت ہوتی ہیں۔"

☆☆☆

دوبارہ گناہ کیوں ہوتا ہے؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بے شک بندہ گناہ کی طرف اپنے دل میں اس کے باقی آثار کی وجہ سے لوٹتا ہے۔ لہٰذا جب اس کے دل سے شبہ اور شہوت نکل جاتی ہے تب وہ گناہ کی طرف نہیں لوٹتا ہے۔"

(جامع المسائل:280/7)



عبد الملک کے گورنر کوفہ وبصرہ، حجاج نے 75ھ میں سعید بن اسلم کلابی کو مکران کا عامل مقرر کر کے بھیجا۔ اس سے چند روز پیشتر بعض فوجی سردار حجاج سے ناراض ہو کر سرکشی اختیار کر چکے تھے۔ سعید بن اسلم نے مکران پہنچ کر سرکشوں کے سردار کو گرفتار اور قتل کیا۔ ادھر قبیلہ بنی سامہ کے دو شخص حقیقی بھائی محمد بن حارث اور معاویہ بن حارث علافی، سعید بن اسلم سے رشتہ داری رکھتے تھے لیکن مقتول سردار کے بھی رشتہ دار تھے۔ انہوں نے مخالفین کو جمع کیا اور علاقہ مکران کے بعض شہروں پر قبضہ کر لیا۔ سعید بن اسلم مقابلے پر آیا اور قتل ہوا۔ حجاج کو خبر ہوئی تو اس نے عبد الرحمن بن عشا کو علافیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ علافیوں نے اسے بھی شکست دے کر قتل کر دیا۔ اس کے بعد حجاج نے مجاعہ بن سعید تمیمی کو بھیجا۔ تب علافیوں نے پہاڑوں میں پناہ لی۔ مجاعہ ایک سال بعد فوت ہو گیا۔ پھر حجاج نے محمد بن ہارون کو مکران اور سرحد ہند کا حاکم بنا کر بھیجا۔ اس نے پانچ سال تک علافیوں کا پہاڑوں اور صحراؤں میں تعاقب کیا۔ بالآخر محمد بن حارث 500 کی جمعیت کے ساتھ سلطنت اسلامیہ کی حدود سے نکل کر 85ھ میں راجہ داہر کے پاس چلا گیا۔ اس پر حجاج نے عبد الملک سے داہر کے خلاف کاروائی کی اجازت مانگی۔ عبد الملک نے اسے منظور کرنے میں تامل کیا۔ ادھر محمد بن حارث علافی نے اپنی شجاعت کے جوہر دکھا کر راجہ داہر کے دار السلطنت الور کو اس کے ایک قوی دشمن کے پنجے سے بچا کر وزارت کا عہدہ حاصل کر لیا۔

ادھر جزیرہ سراندیپ اور علاقہ مالا بار میں کافی مسلمان آباد تھے۔ سراندیپ کے راجہ نے حجاج کی عنایات کو اپنی طرف مبذول کرنے کے لئے آٹھ جہازوں کا بیڑہ تیار کیا، ان میں کئی قیمتی تحائف بار کئے گئے۔ وہاں کے رہنے والے کئی مسلمان تجارت اور حج کیلئے ان جہازوں میں سوار تھے۔ بعض سوداگر جو فوت ہو گئے تھے ان کے پس ماندگان بھی ملک عرب واپس جانے کیلئے ان جہازوں میں سوار ہوئے۔ جب بیڑہ بحر عمان میں داخل ہونے لگا تو باد مخالف نے ان کو ساحل دیبل پر پہنچا دیا جو داہر کا ایک شہر تھا۔ یہاں جہازوں کو لوٹا گیا اور عورتیں اور بچے گرفتار ہوئے۔ حجاج کو خبر پہنچی تو اس نے مطالبہ کیا کہ جہاز مع سامان واپس کئے جائیں؛ قیدیوں کو آزاد کر کے ہمارے پاس بھیجا جائے؛ اور ذمہ داروں کو سزا دی جائے۔

داہر نے جواب دیا کہ جہاز لوٹنے والوں پر میرا بس نہیں چلتا، تم خود ان سے قیدی چھڑا لو اور سامان واپس لے لو۔ اس پر حجاج نے ولید سے لڑائی کی اجازت لی اور پہلے عبد اللہ بن نابہان اسلمی کو مختصر فوج دے کر روانہ کیا کہ دیبل پر قبضہ کر لے۔ عبد اللہ اسلمی ابھی دیبل نہیں پہنچا تھا کہ راستے ہی میں داہر کے بیٹے کیشب (جے سیہ) نے جنوبی بلوچستان میں پیش قدمی کر کے اس کا مقابلہ کیا جس میں عبد اللہ اسلمی مارا گیا اور اسلامی فوج کو شکست ہوئی۔ اس پر حجاج نے بدیل مجائی کو چار ہزار فوج دے کر روانہ کیا اور محمد بن ہارون عامل مکران کو اس کی حسب ضرورت مدد کا لکھا۔ بدیل ابھی دیبل نہیں پہنچا تھا کہ کیشب بن داہر نے زبردست فوج اور ہاتھیوں کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا۔ بدیل مع کثیر لشکریوں کے شہید ہوا۔ پھر حجاج نے دوبارہ دربار خلافت میں لکھ کر بڑے پیمانے پر کاروائی کی منظوری لی اور محمد بن قاسم کو بھیجا۔ اس کے ساتھ ملک شام کے چھ ہزار تجربہ کار سپاہی تھے۔ یہ لشکر شیراز سے مکران پہنچا جہاں محمد بن ہارون نے اس کا استقبال کیا اور اپنی تین ہزار فوج کے ساتھ شامل لشکر ہوا۔ مکران سے لشکر ارمن بیلہ پہنچا جہاں داہر کا لشکر موجود تھا جو شکست کھا کر فرار ہوا۔ اسی جگہ محمد بن ہارون فوت ہوا۔۔۔ پھر دیبل کا محاصرہ کیا وہاں کیشب نے بہادری سے مقابلہ کیا اور شکست کھائی (جو شخص سب سے پہلے فصیل دیبل پر چڑھا وہ خزیمہ کوفی اور اس کے بعد دوسرا عجل بن عبد الملک بصری تھا)۔۔۔ دیبل فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے وہاں کا حاکم ایک پنڈت کو مقرر کیا جس نے کما حقہ اسلام سے واقف ہونے کے بعد اسلام قبول کر لیا اور مولائے اسلام یا مولانا اسلامی کا خطاب پایا، محمد بن قاسم نے اسے سفارت کیلئے منتخب کیا اور ان کے ہمراہ ایک شامی سردار کو داہر کے پاس روانہ کیا۔ (آئینہ حقیقت نما: ص 78-114 ملخصًا)

سندھی ترجمہ قرآن

چوتھی صدی ہجری کے مشہور سیاح اور جہازران بزرگ بن شہریار ناخدا رامہرمزی نے اپنی کتاب عجائب میں عبد اللہ بن عمر (ہباری) کے زمانے کا درج ذیل واقعہ لکھا ہے:

مجھ سے ابو محمد حسن بن عمرو بخیرمی نے بصرہ میں بیان کیا کہ جب میں 280ھ میں منصورہ میں تھا تو وہاں کے بعض معتبر شیوخ نے مجھ سے بیان کیا کہ کشمیر کے اطراف میں الور کا راجہ مہروق بن رائق ہند کے نامی بادشاہوں میں سے تھا۔ اس نے 270ھ میں حاکم منصورہ عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز کو لکھا کہ وہ راجہ کے لئے اسلامی شریعت اور احکام کو ہندی زبان میں شرح وبسط کے ساتھ بیان کرے۔ عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز (ہباری) نے ایک عالم فاضل کو بلایا جو منصورہ میں رہتا تھا۔ اس کا خاندان عراق کا تھا۔ یہ عالم ذہین وطباع اور معاملہ فہم ہونے کے ساتھ عربی زبان کا اچھا شاعر بھی تھا، اس کی نشو ونما ہند میں ہوئی تھی اور وہ یہاں کی مختلف زبانوں سے واقف تھا۔ عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز نے الور کے مہاراجہ مہروق بن رائق کی بات اس کے سامنے رکھی اس نے راجہ کی

خدمت میں حاضری سے پہلے ایک قصیدہ لکھ کر بھیج دیا۔ اس نے قصیدہ میں اپنی ان ضروریات کا تذکرہ کیا تھا جو مہاراجہ کے پاس جانے کے لئے درکار تھیں۔ جب یہ قصیدہ راجہ کو سنایا گیا تو وہ بہت خوش ہوا اور عبد اللہ بن عمر کو لکھا کہ اس قصیدہ لکھنے والے عالم کو فوراً بھیج دیا جائے، چنانچہ عبد اللہ بن عمر نے اس عالم کو راجہ کے پاس الور بھیج دیا جہاں وہ تین سال تک مقیم رہا۔ جب منصورہ واپس آیا تو عبد اللہ بن عمر نے راجہ کے بارے میں دریافت کیا۔ عالم نے پوری تفصیل بیان کی اور کہا میں نے راجہ کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ قلب وزبان سے تو وہ مسلمان ہو گیا ہے مگر حالات کی نزاکت اور سلطنت کے خیال سے اپنے اسلام کا اظہار نہیں کر سکا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ راجہ نے مجھ سے قرآن کی تفسیر ہندی زبان میں بیان کرنے کی فرمائش کی تو میں نے یہ کام بھی کیا۔۔۔ راجہ نے اپنے لئے ایک مخصوص کمرہ بھی بنوایا تھا جس میں وہ تنہا داخل ہو کر نماز پڑھتا تھا اور کسی دوسرے کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی تھی۔ ارکان دولت سمجھتے تھے کہ راجہ مہمات سلطنت اور ذاتی معاملات میں غور و فکر کے لئے اس کمرے میں جایا کرتا ہے۔ اس درمیان میں راجہ نے مجھے تین بار ہدیہ میں سونا دیا جس کی مجموعی تعداد 6 سو سیر تھی۔ (عجائب الہند طبع یورپ)

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد قاضی اطہر مبارک پوری نے لکھا ہے:

واضح ہو کہ اس زمانہ میں مہاراجگان الور سلاطین منصورہ کی ماتحتی میں ان کے باج گزار بن کر حکومت کرتے تھے اور الور میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد آباد تھی اور اسلامی شان و شوکت برپا تھی۔

(ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں: ص 91-93)

جناب ابو ظفر ندوی نے یہ واقعہ یوں بیان کیا ہے:

270ھ میں یہاں (الور) کے ایک ہندو راجہ نے جس کا نام عربوں نے مہروک بن رائک لکھا ہے، منصورہ کے حاکم عبد اللہ بن عمر ہباری سے درخواست کی کہ سندھی (ہندی) زبان میں مذہب اسلام کی تعلیمات لکھ کر بھیج دے۔ عبد اللہ ہباری نے یہ کام ایک شخص کو دیا جو درحقیقت عراقی تھا مگر اس کی پرورش منصورہ میں ہوئی۔ وہ بڑا ذہین اور سمجھ دار تھا اور اس ملک کی متعدد زبانوں سے واقفیت رکھتا تھا۔ اس نے ایک قصیدہ تیار کیا جس میں وہ تمام امور بیان کئے جو راجہ چاہتا تھا۔ عبد اللہ ہباری نے اس قصیدہ کو راجہ مہروک کے پاس بھیج دیا۔ راجہ نے سن کر پسند کیا اور عبد اللہ سے کہا کہ شاعر کو اس کے دربار میں بھیج دیا جائے۔ چنانچہ عبد اللہ نے اسے بھیج دیا جو وہاں تین سال رہا۔ واپسی تک راجہ اس سے خوش رہا۔ 273ھ میں جب وہ عبد اللہ ہباری سے ملا تو راجہ کے متعلق سوال کرنے پر اس نے کہا کہ جس وقت میں وہاں سے واپس آرہا تھا تو راجہ سچے دل سے مسلمان تھا لیکن سلطنت چھن جانے کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے مزید بتایا کہ راجہ نے اس سے سندھی زبان میں قرآن کی تفسیر لکھنے کی بھی فرمائش کی، وہ روزانہ تھوڑی تھوڑی تفسیر لکھتا اور راجہ کو سناتا۔ سندھی شاعر کا بیان ہے کہ راجہ نے تین دفعہ کر کے چھ سو من سونا اسے دیا۔ (تاریخ سندھ، دسنوی: ص 195-196)

جناب سید سلیمان ندوی بتاتے ہیں:

قرآن پاک کا پہلا ہندی ترجمہ۔۔۔ ہندی میں یا سندھی میں ایک ہندو راجہ کے حکم پر کیا گیا۔ 270ھ میں الرا کے راجہ مہروگ نے جس کا راج کشمیر بالا (کشمیر) اور کشمیر زیریں (پنجاب) کے بیچ میں ہے اور جو ہندوستان کے بڑے راجاؤں میں ہے۔ اس نے منصورہ کے امیر عبد اللہ بن عمر کو لکھ بھیجا کہ کسی ایسے شخص کو میرے پاس بھیجئے جو ہندی میں ہم کو اسلام کا مذہب سمجھا جا سکے۔ منصورہ میں عراق کا ایک مسلمان تھا جو بہت تیز طبیعت سمجھ دار اور شاعر تھا۔ چونکہ ہندوستان میں پلا تھا اس لئے یہاں کی مختلف زبانیں وہ جانتا تھا۔ امیر نے اس سے راجہ کی خواہش کا اظہار کیا۔ وہ تیار ہوا۔ وہ راجہ کے دربار میں تین سال رہا اور اس خواہش سے اس نے قرآن کا ہندی زبان میں ترجمہ کیا۔ راجہ روزانہ ترجمہ سنتا تھا اور اس سے بے حد متاثر ہوتا تھا۔ (عجائب الہند ص 4)

(عرب وہند کے تعلقات۔ ص 241-242)

جناب اعجاز الحق قدوسی نے لکھا ہے:

ایک عراقی عالم نے جو منصورہ میں رہتے تھے اور سندھی زبان پر بھی عبور رکھتے تھے سندھ کے راجا کے لئے عقائد اسلام کو منظوم کیا تھا۔ پھر جب اس کے دربار میں پہنچے تو اس کو قرآن مجید کا ترجمہ باقاعدہ سندھی زبان میں پڑھایا۔ اور اس کی فرمائش پر قرآن مجید کا ترجمہ سندھی زبان میں کیا۔ یہ قرآن مجید کا پہلا ترجمہ تھا جو سندھی زبان میں ہوا۔

(تاریخ سندھ۔ جلد اول۔ ص 314-315)

جناب محمد اسحاق بھٹی بتاتے ہیں:

اصل روایت ابو محمد حسن بن حمویہ بن حرام بن حمویہ نجیدی سے ہے وہ کہتے ہیں کہ میں 288ھ میں سندھ کے شہر منصورہ میں مقیم تھا وہاں کے بعض ثقہ لوگوں نے مجھے بتایا کہ 270ھ میں سندھ کا والی عبد اللہ بن عمر ہباری مقرر ہوا۔۔ 270ھ ہی میں سندھ کے ایک شہر، ارور کے ہندو راجہ نے جس کا نام عربوں کے نزدیک مہروک بن رائک تھا، عبد اللہ بن عمر ہباری سے درخواست کی۔ الخ (فقہائے ہند: 1/ 89-91 بحوالہ عجائب الہند۔ بزرگ بن شہریار (مع فرانسیسی ترجمہ) ص 2 تا 4 طبع 1886ء)

اور مترجم کے بارے میں لکھتے ہیں:

سندھ کا یہ ایک گم نام عالم اور مفسر تھا اور جہاں تک ہمیں معلوم ہو سکا ہے غیر عربی زبانوں میں سندھی وہ پہلی زبان ہے جس کو قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر کرنے اور اسلامی تعلیمات کو اشعار کے قالب میں ڈھالنے کا فخر حاصل ہوا (فقہائے ہند۔ ج اول۔ ص 91)

ہمیں معلوم نہیں کہ یہ ترجمہ مکمل تھا یا نامکمل، اور یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ ترجمہ لکھا گیا یا زبانی درس کی صورت میں ہی رہا۔ اگر لکھا گیا تو کہاں گیا؟ اور ہمیں اس مترجم قرآن کا نام بھی معلوم نہیں۔ نیز سونے کی مقدار میں مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ عجائب الہند سے نقل کرتے ہوئے جناب مبارک پوری چھ سو سیر سونا کہتے ہیں اور اسی کتاب سے دسنوی نقل کرتے ہوئے سونے کو چھ سو من بتاتے ہیں۔ ویسے من کا مطلب 40 سیر یا 40 کلو گرام نہیں ہے بلکہ اس دور میں 46 تولے وزن کو عربی من کہتے تھے۔ اور یوں تین من تقریباً دو سیر انگریزی کے برابر ہوتے ہیں۔

جیسا کہ تاریخ سندھ۔ دسنوی۔ کے صفحہ 243 میں وضاحت موجود ہے۔

271ھ میں جب مترجم راجہ کے پاس بھیجا گیا، اس وقت عبد اللہ بن عمر ہباری کو منصورہ کا حکمران بتایا جاتا ہے، مترجم تین سال بعد واپس آئے تو اس کی ملاقات موسیٰ بن عمر سے ہونی چاہیے نہ کہ عبد اللہ بن عمر ہباری سے کیونکہ اس وقت موسیٰ بن عمر ہباری حکمران تھا۔ جیسا کہ روایت ذیل سے ظاہر ہوتا ہے:

أهدى موسى بن عمر بن عبد العزيز الهباري صاحب السند الى المعتمد على الله في سنة احدى وسبعين ومائتين هدية۔ کہ سندھ کے حاکم موسیٰ بن عمر بن عبد العزیز نے 271ھ میں خلیفہ معتمد کی خدمت میں ہدیہ بھیجا) (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ص 93-94)

اور مزید یہ کہ اس ترجمہ کو کسی مسلمان نے دیکھا، نہ سنا، نہ نقل کیا۔ الور ہباریوں کی باجگذار ریاست تھی اور منصورہ سے شائد دو فرسخ کی مسافت پر۔ وہاں کے حالات معلوم کرنے کے لئے کسی دور دراز سفر کی ضرورت نہ تھی اور ویسے بھی بتایا جاتا ہے کہ اس ریاست میں مسلمان بھی کافی تعداد میں مقیم تھے، اس لئے مسلمانوں کی باہم آمد ورفت بھی رہتی ہو گی۔ اس ماحول میں اس ترجمے اور اس کے مترجم کا مجہول رہ جانا عجیب سی بات ہے۔

نیز ہباری دور کی ریاست الور ایک مختصر سی ریاست تھی، کسی زمانہ گذشتہ کی بہت بڑی ریاست نہ تھی جس کا راجہ چھ سو سیر یا چھ سو من سونا اس خدمت پر مترجم کو دے سکتا۔

پیرومل، سرباتک، رتن

راجہ پیرومل:

قاضی اطہر مبارکپوری لکھتے ہیں دوسری صدی کے خاتمہ پر مالا بار کے راجہ پیرومال نے اسلام قبول کیا جسے عربی میں سامری کہا جاتا ہے۔ اس واقعہ نے ملیبار، کوچین اور کیرالا وغیرہ میں اشاعت اسلام میں مدد دی۔ سامری کی شخصیت جنوبی ہند کی قدیم اسلامی تاریخ میں بڑی پرکشش ہے اور اس کے بارے میں طرح طرح کی باتیں مشہور ہیں۔ زین الدین عبد العزیز معبری ملیباری نے تحفۃ المجاہدین فی بعض اخبار البرتکالیین میں سامری کے اسلام لانے اور جنوبی ہند میں اسلام کے پھیلنے کا حال تفصیل سے لکھا ہے یہ کتاب 993ھ میں لکھی گئی، اس نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت ادھر آئی، ساحلی شہر کدنگلور (کرن گنور) (کوچی سے کوئی 50 کلو میٹر دور) سے گذری تو راجہ سامری نے انہیں دربار میں بلایا۔ اسلام کی باتیں سنیں اور خفیہ طور پر مسلمان ہو گیا، لیکن فقیروں سے کہا کہ اسے خفیہ رکھو۔ پھر کچھ دنوں بعد ان کے ساتھ عرب روانہ ہوا۔ فندرینہ (پنڈرانی) اور درفتن (دھرم پٹن) ہوتا ہوا اعمان کے مقام شحر میں پہنچا۔ یہاں کچھ عرصہ رہ کر جماعت تیار کی جو ملیبار چل کر اسلام کی تبلیغ کرے، جس میں شرف بن مالک، مالک بن دینار اور مالک بن حبیب مشہور ہیں۔ چلنے سے پہلے راجہ بیمار ہو گیا اور شحر میں فوت ہو گیا۔ تینوں حضرات مالا بار آئے۔ راجہ کی وجہ سے لوگوں نے ان کی آؤ بھگت کی۔ ان لوگوں نے اسلام کی تبلیغ کی، ہر جگہ مسجد بنائی۔ معبری کا کہنا ہے کہ ہمیں اس راجہ کی تاریخ کا پتہ نہیں مگر گمان یہ ہے کہ یہ راجہ دوسری صدی کے بعد تھا اور یہ جو مشہور ہے کہ یہ راجہ عہد رسالت میں معجزہ شق القمر دیکھ کر مسلمان ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واپسی پر مبلغین کی ایک جماعت لے کر چلا مگر شہر پہنچ کر فوت ہو گیا، تو یہ بات صحیح نہیں۔ آج کل (یعنی دسویں صدی) میں عوام میں مشہور ہے کہ یہ راجہ ظفار میں مدفون ہے نہ کہ شحر میں۔ تاریخ فرشتہ میں بھی یہی لکھا ہے کہ وہ عہد رسالت میں مسلمان ہوا۔ بعض مستشرقین بھی اسی کے قائل ہیں مگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ راجہ دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی کے شروع میں تھا۔ بعض مغربی محققین نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ سامری (پیرو مال) 25 اگست 825ء (210ھ) کو مالا بار سے نکلا اور 827ء (212ھ) کو ساحل عرب پر پہنچا اور 831ء (216ھ) میں فوت ہوا۔ اس کی موت کے دو سال بعد اس کے رفقاء 833ء (219ھ) میں نواح ملیبار پہنچے۔ تفصیل کیلئے دیکھو تحفۃ المجاہدین۔ ص 12 تا 17 (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ 53)۔ راجہ سامری کے مسلمان ہونے اور اس کے عرب رفقاء کے مالا بار میں تبلیغ اسلام اور تعمیر مساجد کا زمانہ خلیفہ مامون کا دور ہے۔

راجہ سرباتک

مسعودی نے بتایا ہے کہ 303ھ میں قنوج کی حکومت ملتان میں شامل ہو گئی اور یوں اس کا شمار عالم اسلام کی حدود میں ہونے لگا۔۔۔ قنوج کے راجوں نے مسلمانوں کی دلجوئی اور تالیف قلب کے واسطے اسلام اور مسلمانوں سے خصوصی تعلق ثابت کرنے کی کوشش کی۔۔۔ چنانچہ قنوج کے راجہ سرباتک نے جو 333ھ میں فوت ہوا دعوی کیا کہ میری عمر بہت زیادہ ہے اور میں نے دو مرتبہ مکہ میں اور ایک دفعہ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی ہے اور آپ ﷺ نے حذیفہ، اسامہ اور صہیب کو دعوت اسلام دینے کے لئے قنوج بھیجا جس پر میں نے لبیک کہہ کر اسلام قبول کیا اور آپ کے مکتوب گرامی کو بوسہ دیا، جیسا کہ اسحاق بن ابراہیم طوسی اور ابو سعید مظفر بن اسد حنفی طبیب وغیرہ نے خود سرباتک راجہ قنوج کی زبانی یہ بات سن کر بیان کی ہے۔

سرباتک راجہ قنوج کے دعوی صحابیت اور دعوت اسلام وغیرہ کی روایات کو حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں نقل کر کے حافظ ذہبی کی تجرید اسماء الصحابہ کے حوالے سے اس واقعہ کی تکذیب کی ہے اور اس راجہ کے بیان کو کذب قرار دیا ہے۔

☆☆☆

